خُذُو الْقُرْآنَ مِنْ أَرْبعَةٍ مِنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ مَسْعُودٍ وَ سَالِمٍ وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ وَ أُبَیِّ بْنِ كَعْبٍ
قرآن مجید کو چار اصحاب سے حاصل کرو جو عبداللہ بن مسعود، سالم، معاذ اور ابی بن کعب ہیں (بخاری)

حضور ﷺ کے چار قاری

تالیف محمد فیاض چشتی

پروگریسو بکس

Marfat.com

Marfat.com

خُذُوا الْقُرْآنَ مِنْ أَرْبَعَةٍ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ وَ سَالِمٍ وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ وَ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ

قرآن مجید کو چار اصحاب سے حاصل کرو جو عبداللہ بن مسعود، سالم، معاذ اور ابی بن کعب ہیں (بخاری)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چار قاری

تالیف

محمد فیاض چشتی

پروگریسو بکس
یوسف مارکیٹ ○ غزنی سٹریٹ
اردو بازار ○ لاہور
فون 042-37124354 فیکس 042-37352795

M-36299

Marfat.com

جملع حقوق الطبع محفوظ للناشر
جملہ حقوق ناشر محفوظ ہیں۔

حضور ﷺ کے چار قاری

تالیف محمد فیاض چشتی

297.9922
95 ف حضو
142395

باراول .... جون 2018
پرنٹرز .... آصف صدیق، پرنٹرز
سرورق .... النافع گرافکس 0333-4951246
تعداد 600/-
ناشر .... چوہدری غلام رسول۔میاں جوادرسول
میاں شہزادرسول
قیمت .... =/ روپے

ملنے کے پتے

ملت پبلی کیشنز
فیصل مسجد اسلام آباد Ph: 051-2254111
E-mail: millat_publication@yahoo.com

اسلام بک ڈپو
۱۲۔گنج بخش روڈ لاہور فون 042-37112941 0323-8836778

شوروم ملت پبلی کیشنز دوکان نمبر 5۔مکہ سنٹر نیواردو بازار لاہور 0321-4146464
Ph: 042-37239201 Fax: 042-37239200

پروگریسو بکس
یوسف مارکیٹ ، غزنی سٹریٹ
اُردو بازار ، لاہور
فون 042-37124354 فیکس 042-37352795

فہرست

عنوانات	صفحہ
❖ حمد باری تعالیٰ	9
❖ نعت رسول مقبول ﷺ	10
❖ انتساب	11
❖ تقریظ	12
❖ مقدمہ	14
❖ نبی کریم ﷺ کا حالت جلوس میں نبی ﷺ کا قرآن پڑھنا	15
❖ حالت سواری میں نبی ﷺ کا قرآن پڑھنا	15
❖ حالت قیام میں نبی ﷺ کا قرآن پڑھنا	16
❖ آپ ﷺ بسا اوقات ٹیک لگا کر بھی قرآن پڑھتے تھے	16
❖ نبی ﷺ ہر سال جبریل امین کے ساتھ قرآن کا دور فرماتے	17
❖ کبھی نبی ﷺ اپنے بعض ماہر و مُتقن صحابہ کو قرآن سناتے تھے	18
❖ اور آپ ﷺ ماہر قراء سے قرآن سیکھنے کا حکم فرماتے تھے	19
❖ نبی ﷺ اپنے علاوہ سے قرآن سننا پسند فرماتے تھے	19
❖ نبی ﷺ قراءت میں خلل نہ ڈالنے کا حکم دیتے تھے	21
❖ صحابی کی تعریف	26
❖ صحابی کی اصطلاحی تعریف	27
❖ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دربار نبوی ﷺ میں	27

Marfat.com

❖ قرآن مجید میں مقام صحابہ 29
❖ احادیث پاک میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا مقام 30
❖ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے متعلق امت مسلمہ کو ہدایت 32
❖ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد 33
❖ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا زمانہ 34
❖ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت کا مطالعہ 34
❖ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سراپا ادب اور پیکر تقویٰ 36
❖ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کفر و گناہوں سے محفوظ رہنا 36
❖ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عبادت کے خوگر اور رحمدل تھے 37
❖ ہر مشکل کا حل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اتباع میں ہے 38

1- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

❖ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دوست 45
❖ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ایک تعارف 45
❖ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور علم قرآن 46
❖ قرآن وسنت کا علم عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پر ختم ہو جاتا ہے 46
❖ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فتویٰ 46
❖ راز دان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم 58
❖ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا سبب 59
❖ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا حلیہ مبارک 60
❖ حضرت عبداللہ بن مسعود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر میں 61
❖ چار شخصیات سے قرآن سیکھو 64

Marfat.com

❖ میری دعا قبول ہوگئی 65
❖ عادات واخلاق میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے زیادہ قریب 65
❖ خادم مصطفیٰ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ 66
❖ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی سیرت 66
❖ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی غزوہ بدر میں شرکت 72
❖ غزوۂ بدر 73
❖ غزوۂ بدر کے اسباب 74
❖ حملہ کی تیاری 74
❖ ابوسفیان کا حزم واحتیاط 75
❖ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ 75
❖ اللہ کی مدد اور جنگ 76
❖ اہل بدر کی تعداد 76
❖ بدری فرشتے 79
❖ شہدائے بدر 79
❖ حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ 79
❖ حضرت عمیر ذوالشمالین رضی اللہ عنہ 80
❖ حضرت صفوان بن وہب رضی اللہ عنہ 80
❖ حضرت عاقل رضی اللہ عنہ 80
❖ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ 81
❖ حضرت مجع بن صالح رضی اللہ عنہ 81
❖ حضرت سعد بن خثیمہ انصاری رضی اللہ عنہ 81

Marfat.com

❖ حضرت بشر انصاری رضی اللہ عنہ	82
❖ حضرت عمیر بن حمام رضی اللہ عنہ	82
❖ حضرت یزید بن حارث رضی اللہ عنہ	82
❖ حضرت رافع رضی اللہ عنہ	82
❖ حضرت حارث یا حارثہ رضی اللہ عنہ	82
❖ حضرت عوف رضی اللہ عنہ	83
❖ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اور معوذ رضی اللہ عنہ	84
❖ اہل بدر کے فضائل	84
❖ خواص و برکات	85
❖ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا وصال	94
❖ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ	95
❖ فقیہ امت کی احتیاط	95
❖ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی احادیث	96
❖ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا انداز خطاب	106
❖ کوفہ حدیث وفقہ کی تعلیم کا مرکز	108
❖ حضور ﷺ سے منسوب اشیاء سے محبت	109
❖ نعلین مصطفیٰ ﷺ	110
❖ آثار شریفہ سے برکت حاصل کرنا	114
❖ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ابوجہل	117
❖ ابوجہل کا قتل	118
❖ امیہ بن خلف کا قتل	119

Marfat.com

❖ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کا عہدِ صحابہ میں اجتہاد اور خدمت افتاء 119
❖ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کا روایتی وثقاہتی معیار 119
❖ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کی کوفہ میں تعلیمی خدمات کا فیضان 120
❖ ایک ظرف جو علم سے بھرا ہوا 121
❖ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے تلامذہ کا فقہی مقام 121
❖ حضرت عمر رضی اللہ عنہ و علی رضی اللہ عنہ کی نظر میں 121

2-حضرت سالم مولیٰ ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ

❖ نام، نسب 123
❖ اسلام و ہجرت 123
❖ غزوات 125
❖ شہادت 125
❖ صحابی رضی اللہ عنہ! جن کے علم کا اعتراف خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا 126
❖ حضرت سالم رضی اللہ عنہ کی خوش الحانی 126

3-حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ

❖ نام و نسب 128
❖ قبول اسلام 128
❖ فضائل و مناقب اور قوتِ اجتہاد 128
❖ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا وصال 133
❖ فضائل و مناقب حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ 133
❖ یمن کے گورنر 135
❖ حضور نے حضرت معاذ بن جبل کو عمامہ باندھا 139

Marfat.com

4-سید القراء سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ

❖ نام ونسب	140
❖ ابتدائی حالات	140
❖ قبول اسلام	141
❖ مواخات	141
❖ غزوات میں شریک	141
❖ تدوین قرآن	141
❖ وصال	141
❖ فضائل ومناقب	142
❖ مقام فقہ واجتہاد	143
❖ تراویح کے متعلق آپ کا اجتہاد	144
❖ وفات حسرت آیات	146
❖ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ احادیث بخاری کی روشنی میں	161
❖ سورۃ لم یکن الذین کی تخصیص	162
❖ نماز تراویح کے پہلے امام	163
❖ حضرت عمر اور حضرت ابی بن کعب کے مابین تنازع	165
❖ دوران خلافت عدالت میں پیشی	165
❖ یادداشت	167

❖❖❖❖❖

Marfat.com

حمد باری تعالیٰ

یا الٰہی ہر جگہ تیری عطاء کا ساتھ ہو
جب پڑے مشکل، شہِ مشکل کشا کا ساتھ ہو

یا الٰہی بھول جاؤں نزع کی تکلیف کو
شادیٔ دیدار حُسنِ مصطفٰے کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب زبانیں باہر آئیں پیاس سے
صاحبِ کوثر شہِ جود و سخا کا ساتھ ہو

یا الٰہی گرمیٔ محشر سے جب بھڑکیں بدن
دامنِ محبوب کی ٹھنڈی ہوا کا ساتھ ہو

یا الٰہی نامۂ اعمال جب کھلنے لگیں
عیب پوشِ خلق ستارِ خطا کا ساتھ ہو

یا الٰہی رنگ لائیں جب مری بے باکیاں
اُن کی نیچی نیچی نظروں کی حیا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جو دعائے نیک میں تجھ سے کروں
قدسیوں کے لب سے آمیں ربّنا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب رضاؔ خوابِ گراں سے سَر اُٹھائے
دولتِ بیدارِ عشقِ مصطفٰے کا ساتھ ہو

Marfat.com

نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

کونین میں یوں جلوہ نما کوئی نہیں ہے
اللہ کے بعد اُنؐ سے بڑا کوئی نہیں ہے

مانگو تو ذرا اُنؐ کے توسط سے کبھی کچھ
مقبول نہ ہو ایسی دُعا کوئی نہیں ہے

کام آئی سرِ حشر، محمدؐ کی شفاعت
سب کہتے ہیں جا تیری خطا کوئی نہیں ہے

ہر چند نبی عیسیٰؑ و موسیٰؑ بھی ہیں، لیکن
محبوبِ خدا، اُنؐ کے سوا کوئی نہیں ہے

اللہ نے سو حُسن دیئے نوعِ بشر کو
یوں نور کے سانچے میں ڈھلا کوئی نہیں ہے

دل اُن کا ہے، اس دل میں وہیؐ جلوہ فگن ہیں
اب اُنؐ کے علاوہ بخدا کوئی نہیں ہے

اُمت میں ہوں اُنؐ کی جو ہیں رحمتِ عالم
کیوں حشر کا ڈر ہو، میرا کیا کوئی نہیں ہے؟

اس دور پہ اے ختمِ رُسلؐ چشمِ کرم ہو
راہزن ہیں بہت، راہنما کوئی نہیں ہے

پڑھتے رہو دن رات نصیرؔ اُنؐ کا وظیفہ
ایسا عملِ ردِّ بلا کوئی نہیں ہے

Marfat.com

انتساب

میں اپنی اس کاوش کو اپنے والدین اور جگر گوشہ ضیاء الامت ، عکس ضیاء الامت صاحبزادہ والاشاہ پیر ڈاکٹر محمد ابوالحسن الازہری صاحب کی خدمت میں پیش کرتا ہوں جن کی دعاؤں اور شفقتوں سے بندۂ ناچیز ان نفوس قدسیہ جن کے متعلق نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ان چار سے قرآن سیکھو کی حیات طیبہ اوران نفوس قدسیہ کے شاگردوں پر گفتگو کرنے کے قابل ہوا ہوں

❖❖❖❖❖

Marfat.com

تقریظ

حضرت علامہ محمد فیاض چشتی پاکستان کے ممتاز محقق بااعتماد مورخ اور صاحب طرز ادیب ہیں، علمی حلقے ان کی نگارشات کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ طلباء وعلماء بڑے شوق سے ان کی تصنیفات کا مطالعہ کرتے ہیں، لیکن ''حضور ﷺ کے چار قاری'' لکھ کر انہوں نے اپنے آپ کو زندہ وجاوید بنا دیا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے وہ عظیم ہستیاں ہیں جن کے متعلق حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قرآن کریم ان چار سے سیکھو۔

سیرت نگاری ہمارے درخشاں ماضی کا ایک قیمتی باب خلفائے راشدین، شہداء، عاشقان مصطفیٰ ﷺ، محدثین، اہل بیت اطہار کے چشم وچراغ، علماء واولیاء۔ الغرض ہر زمانے کے سیرت نگاروں نے زندگی کے ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والے ملت کے قابل قدر افراد کے علمی وعملی، تحقیقی وتخلیقی کارناموں کو اپنے اسفارِ جلیلہ میں بڑی امانت اور سلیقہ سے محفوظ کرلیا ہے تاکہ آنے والے نسلیں اپنے اسلاف کے زرین کارہائے نمایاں کو بھی یاد رکھیں اور اپنے مضمحل قوی اور افسردہ ذہنی صلاحیتوں کو ان سے تازہ خون مہیا کر کے نئی زندگی سے بہرہ ور کرتی رہیں تاکہ وہ رزم گاہ حیات میں اپنا ملی ومذہبی فریضہ نہایت احسن طریق سے سرانجام دے سکیں۔

ان ذخائر سیرت میں سے ''حضور ﷺ کے چار قاری'' کی شان نرالی ہے اس کا مطالعہ اطاعت پیغمبر اور محبت رسول ﷺ کے ساتھ ساتھ حقائق کے نور سے منتشر اذہان کو حقیقت آشنا بناتا ہے۔

اس کتاب میں رسول کریم ﷺ سے فیضاب یاب ہو کر دنیا کو فیضیاب کرنے والی مقدس ہستیوں کے حالات زندگی کے درخشاں پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

Marfat.com

علامہ محمد فیاض چشتی کا یہ بہت بڑا کارنامہ ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ کے ارشاد کہ ''قرآن کریم ان چار مقدس ہستیوں سے سیکھو'' ان چاروں کے حالات زندگی کو یکجا کر دیا ہے تا کہ تشنگان علم ان مقدس ہستیوں کی سیرت کے مختلف پہلوؤں سے روشنی حاصل کر کے قرآن مجید جیسی مقدس کتاب کے انوار و تجلیات کو اپنے دامن میں سمیٹ سکیں۔

ان مقدس ہستیوں میں حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت سالم مولیٰ ابو حذیفہ، حضرت معاذ بن جبل اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ فاضل مصنف کی اس کاوش کو مقبول عام بنائے اور سیرت مصطفیٰ ﷺ، سیرت صحابہ و اہل بیت رضی اللہ عنہم کے طالب علموں کے لئے راہنمائی کا سبب بنائے آمین ثم آمین۔

طالب دعا

احقر

خادم حسین معصومی

Marfat.com

مقدمہ

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم اما بعد
سلام علی من اتبع الہدی وسلام علی من قال یا رسول اللہ ﷺ
اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ۝ بسم اللہ الرحمن الرحیم
۝ وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ۝
عَنْ مَسْرُوقٍ ذَكَرَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو عَبْدَ اللهِ بْنَ مَسْعُودٍ فَقَالَ لَا أَزَالُ أُحِبُّهُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ خُذُوا الْقُرْآنَ مِنْ أَرْبَعَةٍ مِنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ وَسَالِمٍ وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ وَأُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ ۝ صدق اللہ العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم

سب تعریفیں اس بزرگ و برتر خلاق عالم کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کو مرتبہ کمال تک پہنچانے والا ہے اور درود لامحدود سید عالم ﷺ کی ذات اقدس ہے جو باعث وجہ تخلیق کائنات ہے اور جس ذات مقدسہ کے وجود مسعود کا صدقہ اور جس کی پیروی کرنے سے جنت کی اعلیٰ نعمتوں کا حصول ممکن ہوتا ہے اور جس کی پیروی راہِ حق کے مسافروں کے باعث تسکین واطمینان ہے۔

مسروق نے کہ عبداللہ بن عمرو بن العاص نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کا ذکر کیا اور کہا کہ اس وقت سے ان کی محبت میرے دل میں گھر کر گئی ہے جب سے میں نے آنحضرت کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ قرآن مجید کو چار اصحاب سے حاصل کرو جو عبداللہ بن

Marfat.com

مسعود، سالم، معاذ اور ابی بن کعب ہیں۔ (بخاری حدیث ۴۹۹۹)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بیٹھ کر، کھڑے رہ کر، چلتے ہوئے اور حالت سواری تمام حالتوں میں قرآن پڑھتے تھے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے: اَلَّذِیۡنَ یَذۡکُرُوۡنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوۡدًا وَّعَلٰی جُنُوۡبِہِمۡ

(آل عمران: ۱۹۱)

جو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے (ہر حال میں) خدا کو یاد کرتے۔

ابن جریج کہتے ہیں: آیت بالا میں ذکر سے نماز اور غیر نماز میں اللہ کا ذکر کرنا اور قرآن پڑھنا مراد ہے۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا حالت جلوس میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا قرآن پڑھنا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ وہ ایک رات نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ میمونہ کے گھر میں رہے اور وہ ان کی خالہ ہیں، ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں میں بستر کے عرض میں لیٹ گیا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی زوجہ اس کے طول میں لیٹیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سو گئے، جب آدھی رات ہوئی یا اس سے کچھ پہلے یا اس سے کچھ بعد، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بیدار ہوئے اور نیند میں اپنے چہرہ کو اپنے ہاتھ سے ملتے ہوئے بیٹھ گئے، پھر سورہ آل عمران کی آخری دس آیتیں آپ نے پڑھیں، اس کے بعد ایک لٹکی ہوئے مشک کی طرف (متوجہ ہو کر) آپ کھڑے ہو گئے اور اس سے وضو کیا، اس کے بعد نماز پڑھنے کھڑے ہو گئے۔

حالت سواری میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا قرآن پڑھنا

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: فتح مکہ کے دن میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اونٹنی پر سوار دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سورہ فتح پڑھ رہے تھے۔

Marfat.com

حالت قیام میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرآن پڑھنا

حضرت عمرہ بنت عبدالرحمن اپنی بہن سے روایت کرتی ہیں کہ انھوں نے کہا: میں نے سورۃ ق والقرآن المجید جمعہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سیکھی (یعنی حفظ کی) جسے آپ ہر جمعہ کو منبر پر پڑھتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بسا اوقات ٹیک لگا کر بھی قرآن پڑھتے تھے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم (ازواج مطہرات) میں سے کسی کے گود میں سر رکھتے تھے اور قرآن پڑھتے تھے جبکہ وہ حیض سے ہوتی تھیں۔

آپ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے گود میں ٹیک لگاتے تھے اور میں حیض سے ہوتی تھی، پس آپ (اس دوران) قرآن پڑھتے تھے۔

شارح مسلم امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ان احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حیض والی عورت یا کسی نجاست کی جگہ سے قریب قرآن کی تلاوت کی جاسکتی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن کا مستقل دور فرمایا کرتے تھے اور کبھی بھی اپنے معمول کو ترک نہیں فرماتے تھے۔

حضرت اوس بن حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عشاء کے بعد ہمارے ہاں روزانہ تشریف لاتے اور بات چیت کرتے تھے، ابوسعید کہتے ہیں: آپ اپنے پاوں پر کھڑے کھڑے باتیں کرتے اور زیادہ دیر کھڑے رہنے کی وجہ سے کبھی ایک پاوں پر زور دے کر کھڑے ہوتے کبھی دوسرے پر، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالعموم اپنی قوم قریش کے ساتھ گزرے حالات بیان کرتے، فرماتے: ہم مکے میں برابر نہ تھے، بلکہ کمزور وناتواں تھے،، جب ہم مدینے آگئے تو ہم میں اور ان میں لڑائی شروع ہوگئی، کبھی ہم ان پر

Marfat.com

غالب آتے کبھی وہ، ایک رات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مقررہ وقت پر آنے میں تاخیر کردی تو ہم نے کہا آج آپ تاخیر سے تشریف لائے ہیں؟ فرمایا: میرا ایک جزء قرآن کا رہتا تھا، میں نے اس کی تلاوت مکمل کیے بغیر آنا پسند نہ کیا۔ اوس کہتے ہیں: میں نے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معلوم کیا کہ آپ لوگ قرآن کے حصے کس طرح کرتے ہیں؟ تو انھوں نے کہا کہ پہلا حصہ تین سورتوں کا، (بقرہ، آل عمران اور نساء) دوسرا حصہ سات سورتوں کا (مائدہ سے براءۃ تک) تیسرا حصہ سات سورتوں کا (یونس سے نحل تک) چوتھا حصہ نو سورتوں کا (بنی اسرائیل سے فرقان تک) پانچواں حصہ گیارہ سورتوں کا (شعراء سے یس تک) چھٹا حصہ تیرہ سورتوں کا (صافات سے حجرات تک) اور ساتواں حصہ مفصل کا (یعنی ق سے الناس تک)۔

ابن الہاد بیان کرتے ہیں کہ نافع بن جبیر بن مطعم (تابعی) نے مجھ سے پوچھا کہ تم کتنے دنوں میں قرآن پڑھتے ہو؟ میں نے کہا کہ میں اس کے حصے نہیں کرتا ہوں، تو نافع نے کہا کہ اس طرح مت کہو کہ میں اس کے حصے نہیں کرتا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے: میں نے قرآن کا ایک جزء (حصہ) پڑھا۔

حزب (حصہ) کا مطلب ہے بطور ورد اور وظیفے کے کوئی حصہ مقرر کرلینا، ابن الہاد نے ایسا کرنے سے انکار کیا، جس پر نافع نے کہا: اس کے انکار کی ضرورت نہیں ہے اس لیے کہ حصے حصے کر کے قرآن پڑھنا خود نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے۔ لہذا قرآن کریم کے جو حصے (ربع، نصف، ثلث، رکوع اور جزء یعنی پارہ) بنے ہوئے ہیں، یہ اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقرر کردہ نہیں ہیں لیکن یہ عوام کی آسانی کے لیے بنائے گئے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر سال جبریل امین کے ساتھ قرآن کا دور فرماتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر سال (رمضان) میں ایک مرتبہ حضرت جبریل کو قرآن سناتے تھے اور جس سال نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی

Marfat.com

اس سال آپ نے دو مرتبہ قرآن سنایا۔

اور آپ ہی سے مروی ہے، فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ سخی تھے اور خاص طور پر رمضان میں جب جبرائیل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ سخی ہوتے تھے اور جبرائیل آپ سے رمضان کی ہر رات میں ملتے اور قرآن کا دور کرتے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھلائی پہنچانے میں ٹھنڈی ہوا سے بھی زیادہ سخی تھے۔

شارح مسلم امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس حدیث سے کئی فوائد حاصل ہوتے ہیں، اس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جود وسخاوت کی اعلی سطح کو بیان کیا گیا ہے، آپ کے اس معمول سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رمضان میں کثرت سے خیر وخیرات کرنا مستحب ہے، اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرنے اور ان کی جدائی سے انسان میں خیرات اور عمل خیر کو کثرت سے کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، اور تیسری بات یہ ثابت ہوتی ہے کہ سال میں ایک مرتبہ قرآن کا دور کرنا مستحب ہے۔

کبھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بعض ماہر و مُتقن صحابہ کو قرآن سناتے تھے

جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابی بن کعب سے فرمایا: اللہ تعالی نے مجھے حکم دیا ہے کہ تمہارے سامنے (لم یکن الذین کفروا) پڑھوں، (اُبی نے کہا) کیا اللہ نے آپ کو میرا نام لے کر کہا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں، (راوی) کہتے ہیں: اس بات پر اُبی رو پڑے۔

شارح بخاری امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت اُبی کے سامنے قرآن پڑھنے کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دینے کی مازری اور قاضی حکمت بیان کرتے ہیں: اس کی یہ وجہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے الفاظ، اداء، مقامات وقوف اور قرآن کے اس ترنم کو اُبی سیکھے جو شریعت نے مقرر کیا ہے اور اس ترنم سے گریز کرے جو قرآن کے علاوہ کے لیے مستعمل ہے، لہذا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اُبی کو اس لیے قرآن سنایا تھا تا کہ وہ آپ سے پڑھنے کا انداز اور طریقہ سیکھے۔

Marfat.com

اور آپ ﷺ ماہر قراء سے قرآن سیکھنے کا حکم فرماتے تھے

حضرت مسروق بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت عبداللہ کا ذکر کیا گیا، تو آپ نے فرمایا: وہ ایک ایسے انسان ہے جن کے بارے میں نبی ﷺ کے فرمان کو سننے کے بعد سے، ان سے میں برابر محبت کرتا ہوں، آپ ﷺ فرماتے تھے: چار لوگوں سے قرآن سیکھو: عبداللہ بن مسعود سے، حضرت ابو حذیفہ کے آزاد کردہ غلام سالم سے، معاذ بن جبل سے اور اُبی بن کعب سے۔

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے انھیں خوشخبری سنائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص یہ چاہتا ہو کہ قرآن ویسا پڑھے جیسا نازل ہوا تو اسے چاہیے کہ وہ ابن اُم عبد کی قرأت کے مطابق پڑھے۔

شارح امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: علماء کے بقول: اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ چار اصحاب رسول ﷺ قرآن کے الفاظ کی ادائیگی اور اس میں مہارت میں تمام صحابہ سے آگے تھے، گرچہ دیگر بعض صحابہ رضی اللہ عنہم قرآن کے معانی و مفاہیم کو ان کے مقابلے اچھی طرح سمجھنے والے تھے، دوسری وجہ یہ ہے کہ ان چار صحابہ نے اپنی ذات کو فارغ کر کے نبی ﷺ سے بالمشافہ قرآن پڑھا تھا، جبکہ ان کے علاوہ صحابہ نے ایک دوسرے سے قرآن سیکھا تھا، یا پھر اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ چاروں صحابہ نے قرآن پڑھانے کے لیے اپنی ذات کو فارغ کر دیا تھا، یا پھر آپ ﷺ نے یہ اعلان کرنا چاہا تھا کہ آپ کی وفات کے بعد قرآن پڑھنے اور سیکھنے کے لیے ان چاروں صحابہ کو ترجیح دی جائے۔

نبی ﷺ اپنے علاوہ سے قرآن سننا پسند فرماتے تھے

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: میرے سامنے قرآن پڑھو! عبداللہ کہتے ہیں: میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں آپ

Marfat.com

کے سامنے پڑھوں حالانکہ قرآن آپ پر نازل ہوا؟ فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ اپنے علاوہ سے سنوں، تو میں نے سورہ نساء پڑھی، حتی کہ میں اس آیت پر پہنچا: ''فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِن كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا (النساء: ٤١) (پھر) میں نے اپنا سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپ ﷺ کے آنسو جاری ہیں۔'' (ترجمہ: بھلا اس دن کا کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے احوال بتانے والے کو بلائیں گے اور تم کو ان لوگوں کا حال (بتانے کو) گواہ طلب کریں گے۔)

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: کُف (بس کرو) یا فرمایا: أمسِك (رک جاو)، پس آپ کے آنسو جاری تھے۔ (البخاری ومسلم)

نبی کریم ﷺ قرآن پڑھنے والے کو قراءت کے دوران روکنا ہو تو: احسَنتَ، حَسبُك یا أَمسِك جیسے الفاظ کہتے تھے:

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: میں حُمص میں تھا تو کچھ لوگوں نے کہا کہ ہمیں قرآن مجید پڑھ کر سنائیں میں نے انہیں سورۂ یوسف پڑھ کر سنائی، ان لوگوں میں سے ایک آدمی نے کہا کہ یہ سورۂ اس طرح نازل نہیں ہوئی میں نے کہا کہ تجھ پر افسوس ہے اللہ کی قسم میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ سورت اسی طرح سنائی تو آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا تھا: أحسَنتَ۔ (بخاری ومسلم)

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: نبی ﷺ نے مجھ سے فرمایا: میرے سامنے پڑھو، میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں آپ کے سامنے پڑھوں حالانکہ قرآن آپ پر نازل ہوا؟ فرمایا: ہاں، پس میں نے سورہ نساء پڑھی، حتی کہ میں اس آیت پر پہنچا: ''فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِن كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا (النساء: ٤١) آپ ﷺ نے فرمایا: حَسبُكَ الآنَ، جب میں آپ کی جانب متوجہ ہوا تو آپ کے آنسو جاری تھے۔ (ترجمہ: بھلا اس دن کا کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں

Marfat.com

سے احوال بتانے والے کو بلائیں گے اور تم کو ان لوگوں کا حال (بتانے کو) گواہ طلب کریں گے۔) (بخاری)

نبی ﷺ قراءت میں خلل نہ ڈالنے کا حکم دیتے تھے

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے ایک شخص کو ایک آیت پڑھتے ہوئے سنا، جسے رسول اللہ ﷺ نے مجھے پڑھایا تھا، اس نے اس کے خلاف پڑھا تھا، تو میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ سرگوشی فرما رہے تھے، لہٰذا میں نے انھیں یہ بات بتائی، تو حضرت علی ہماری جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا: رسول اللہ ﷺ تمہیں حکم دیتے ہیں کہ تم ویسا پڑھو جیسا تمہیں سکھایا گیا ہے۔ (ابن حبان)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ میں نے ایک آدمی کو (حم) یعنی (سورۃ الاحقاف) پڑھتے ہوئے سنا، تو اس نے ایک حرف پڑھا، اور دوسرے ایک شخص نے اپنے ساتھی سے الگ دوسرا حرف پڑھا، اور میں نے کئی حروف پڑھے، جسے میرے دونوں ساتھیوں نے نہیں پڑھے، لہذا ہم نبی ﷺ کی جانب چل پڑے اور آپ کو خبر دی، پس آپ نے فرمایا: اختلاف نہ کرو، تم سے پہلے والے ان کے اختلاف کی وجہ سے ہلاک ہوئے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے اس شخص کو تلاش کرو جو سب سے اچھا پڑھنے والا ہے اور پھر اس سے پڑھنا سیکھو۔ (رواہ احمد فی مسندہ)

نبی کریم ﷺ جب کسی سجدہ والی آیت تلاوت کرتے تو عام طور پر سجدہ کیا کرتے تھے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: نبی ﷺ آیت سجدہ پڑھتے تھے اور ہم آپ کے پاس ہوتے تھے، پس آپ سجدہ فرماتے اور ہم بھی آپ کے ساتھ سجدہ کرتے، جس کی وجہ سے خوب بھیڑ ہو جاتی، حتی کہ ہم میں سے بعض کو سجدہ کرنے کے لیے پیشانی رکھنے کے لیے بھی جگہ نہیں ملتی۔ اور کبھی کبھی آپ ﷺ سجدہ چھوڑ دیتے

Marfat.com

تھے۔(بخاری ومسلم)

حضرت زید بن ثابت سے مروی ہے فرماتے ہیں: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سورہ والنجم سنائی تو آپ نے اس میں سجدہ نہیں فرمایا۔(بخاری ومسلم)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تلاوت کے سجدوں میں یہ دعا پڑھتے تھے: سجدَ وجھیَ للذی خلقه؛ وشقَّ سمْعَه وبصَرَه بحولِهِ وقوتِهِ۔

اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو سجدہ تلاوت میں یہ دعا تکرار سے پڑھا کرتے تھے: سجدَ وجھیَ للذی خلقه؛ وشقَّ سمْعَه وبصَرَه بحولِهِ وقوتِهِ۔ میرا چہرہ اس ذات کے لیے سجدہ ریز ہے جس نے اس کو پیدا کیا اور اپنی طاقت اور قوت سے اس کے کان اور آنکھ بنائے۔(رواہ ابوداود)

اور بسا اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ تلاوت میں یہ دعا پڑھتے تھے:

"اللّٰھُمَّ اغْفِرْلِی بِھَا، اللّٰھُمَّ حُطَّ عَنِّی بِھَا وِزْرًا، وَأَحْدِثْ لِی بِھَا شُکْرًا، وَتَقَبَّلْھَا مِنِّی کَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ عَبْدِكَ دَاوُدَ سَجْدَتَهُ"

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے خواب دیکھا کہ گویا میں ایک درخت کے نیچے ہوں، اور گویا درخت سورۃ ص پڑھ رہا ہے، جب وہ آیت سجدہ پر پہنچا تو اس نے سجدہ کیا اور اپنے سجدے میں یہ دعاء پڑھی: "اللّٰھُمَّ اغْفِرْلِی بِھَا، اللّٰھُمَّ حُطَّ عَنِّی بِھَا وِزْرًا، وَأَحْدِثْ لِی بِھَا شُکْرًا، وَتَقَبَّلْھَا مِنِّی کَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ عَبْدِكَ دَاوُدَ سَجْدَتَهُ" (اے اللہ! اس کے ذریعے میری مغفرت فرما، اے اللہ! اس کے ذریعے میرے گناہ مٹادے، اور اس کے ذریعے مجھے شکر کی توفیق دے، اور اس سجدے کو مجھ سے ویسا قبول فرما جیسا تو نے اپنے بندے داود سے اس کے سجدے کو قبول فرمایا۔) صبح کو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور واقعہ سنایا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوسعید! کیا تم نے سجدہ کیا؟ میں نے کہا: نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم درخت کے

۱۴۲۳۹۵

Marfat.com

مقابلے سجدے کے زیادہ مستحق تھے، پھر آپ نے سورۃ ص پڑھی، پھر آیت سجدہ پر پہنچے تو سجدہ فرمایا اور سجدہ میں وہی کلمات دہرائے جو درخت نے پڑھے تھے۔

(رواہ ابویعلی فی مسندہ)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کی صحبت کو ایک انمول دولت سمجھتے تھے اور آپ کے فراق کو سب بڑی محرومی تصور کرتے تھے اور مضطرب ہو کر رویا کرتے تھے۔

زیر نظر کتاب میں حضور نبی کریم ﷺ کے چار اصحاب کا تذکرہ مقصود ہے جن کے متعلق نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ان چار سے قرآن کریم سیکھو اور وہ حضرت عبداللہ ابن مسعود، حضرت سالم مولیٰ ابی حذیفہ، حضرت معاذ بن جبل اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہم ہیں ان میں سے ہر ایک جداگانہ حیثیت اور جداگانہ فضیلت کا حامل ہے ان کے تفصیل کو ان کے حالات کے زندگی کے ساتھ آئے گی۔

بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کو آنکھیں محض اس لیے عزیز تھیں کہ ان کے ذریعے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار ہوتا تھا' امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے الادب المفرد میں یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک صحابی کی آنکھیں جاتی رہیں، لوگ عیادت کو آئے' انہوں نے کہا ان آنکھوں سے مقصود تو صرف رسول اللہ کا دیدار تھا۔ شواہد النبوۃ میں علامہ جامی علیہ الرحمن نے یہ روایت بیان کی ہے کہ جب حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی وفات کی خبر مؤذن رسول حضرت عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ نے سنی تو وہ اس قدر غمزدہ ہوئے کہ نابینا ہونے کی دعا مانگنے لگے کہ میرے حبیب کے بعد یہ دنیا میرے لیے قابل دید نہ رہی انہیں کے درشن کے لیے یہ نین تھے! آپ اسی وقت نابینا ہو گئے، لوگوں نے کہا تم نے یہ دعاء کیوں مانگی؟ فرمایا: لذت نگاہ تو آنکھوں میں ہے، مگر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب میری آنکھیں کسی کے دیدار کا ذوق نہیں رکھتیں۔

عشق زبانی دعویٰ کا نام نہیں بلکہ وہ ایک جذبہ ہے جو عاشق کو اپنے محبوب پر ہر شئے کو

Marfat.com

نثار کرنے پر ابھارتا ہے۔ عشق رسول ایک ایسی چاشنی ہے جو بھی اسے چکھ لیتا ہے۔ کفار کے روح فرسا مظالم، جلادانہ بے رحمی وسفاکی، دنیا بھر کی اذیتیں اس کے پائے استقامت کو متزلزل نہیں کرسکتے۔ عشق رسول کا مزہ پوچھنا ہو تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے دل سے پوچھئے جنہوں نے عشق کی راہ میں کیسے کیسے صدمات سہے، ریگستان عرب کی سخت تپتی ریت پر انہیں بار بار لٹایا جاتا اور ان کے اس سینہ پر جس میں محبت رسول کے ہزاروں چراغ جل رہے تھے کفار مکہ کی جانب سے وزنی پتھر رکھا جاتا اور ان پر کوڑے برسائے جاتے پھر بھی وہ محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامن کو نہیں چھوڑتے اور زبان حال سے یہ اعلان کرتے جاتے تھے۔

میں مصطفی کے جامِ محبت کا مست ہوں
یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتار دے
ظلم پر ظلم سہہ کر یہ بولے بلال، ظالمو یہ تمہارا غلط ہے خیال
دامن مصطفی ہاتھ سے چھوڑ دیں، اتنا کمزور ایماں ہمارا نہیں

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے شریک حال حضرت عمار رضی اللہ عنہ بن یاسر کو آگ کے دہکتے ہوئے انگاروں پر پیٹھ کے بل لٹایا جاتا۔ یہاں تک کہ ایک مرتبہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دردناک منظر کو دیکھ کر فرماتے ہیں۔۔۔: یا نار کونی برداو سلاما علی عمار کما کنت علی ابراھیم۔

اے آگ عمار پر ایسی ٹھنڈی وسلامتی والی ہو جا جیسا کہ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ہوئی تھی (صفۃ الصفوۃ طبقات ابن سعد) آگ کے شعلے ماند پڑ جاتے ہیں۔

مکہ کی دھرتی پر اسلام کی پہلی شہیدہ حضرت بی بی سمیہ رضی اللہ عنہا کے خون کا ایک ایک قطرہ عشق حقیقی کی گواہی دے رہا ہے، حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ کی جلی ہوئی پیٹھ یہ اعلان کرتی:

اشک غم پیتے رہے دادِ وفا دیتے رہے
ہم چراغوں کی طرح جل کر ضیاء دیتے رہے

Marfat.com

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی شہادت عشق کی یہ تعریف کرتی ہے کہ عاشق وہ ہے جو ضرورت پڑنے پر راہ عشق میں اپنی جان نچھاور کرنے کو باعث افتخار سمجھے اور محبوب کا نام لیتے لیتے اپنی جان دیدے۔ جب حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو سولی پر لٹکا کر لوہے کی کیل ٹھونک دی گئی۔ اس عاشق جاں نثار کے آخری کلمات یہ تھے: یااللہ! کوئی ایسا شخص ہوتا جو تیرے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میرا آخری سلام پہنچا دیتا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ تمنا پوری فرمائی، خبیب رضی اللہ عنہ کے مقام سولی سے سینکڑوں میل دور مدینہ منورہ میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جھرمٹ میں اچانک کہتے ہیں وعلیك السلام یا خبیب رضی اللہ عنہ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور فرمایا کہ خدا نے خبیب رضی اللہ عنہ کا سلام مجھے پہنچا دیا ہے۔ اس روایت کو علامہ جامی علیہ الرحمہ نے بھی شواہد النبوۃ میں نقل فرمایا ہے۔

عشق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ روح پرور مناظر و واقعات ایک مومن کے لئے سامان ہدایت ہیں خصوصاً آج کے اس دور میں جب کہ مال اور متاع دنیا کی محبت عفریت بن کر انسانیت کے قلب ودماغ پر مسلط ہو چکی ہے۔ عاشقانِ رسول کی زندگیاں ہی ایک مومن کی روح وقلب کو تازگی بخشتی ہیں۔ اگر تاریخ عالم میں عشق ومحبت کا کوئی حسین باب ہے تو وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں کا باب ہے جنھوں نے اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کر دیا، مگر عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گوہر آبدار کو داغدار ہونے نہ دیا۔ مارے گئے' آگ میں جلائے گئے قتل کئے گئے' سولی پر لٹائے گئے مگر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامن کو نہیں چھوڑا، مگر عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دولت کو اپنے دل کی تجوری سے لٹانا گوارا نہیں کیا۔ ان کی زندگیاں یہ اعلان کر رہی ہیں:

آتش عشق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جل کے سکھ پانے کا نام
زندگی ہے آپ پر قربان ہوجانے کا نام

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرز حیات ہم سے مطالبہ کر رہی ہے:

Marfat.com

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کردے
دہر میں اسم محمدؐ سے اجالا کرے

عشق نبی ﷺ کا یہ مضمون ہر زمانے میں لکھا جاتا رہا' لکھا جارہا ہے اور لکھا جاتا رہے گا' مگر آخر کار ہر کاتب کا قلم زبان حال سے کہتا:

ورق تمام ہوا اور ذکر باقی ہے
سفینہ چاہئے اس بحر بیکراں کے لئے

سرور کون ومکان ﷺ سے عشق ومحبت کی داستیں رقم کرنے والے خوش نصیبوں میں یہ حضرات جن سے قرآن مقدس سیکھنے کا سرور کون ومکان ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے انہوں نے دین اسلام کے لئے کون سی مشکلات ہیں جو نہیں جھیلیں مگر ان کے پائے استقلال میں زرہ برابر بھی لغزش نہیں آئی زیر نظر کتاب میں ہم ان نفوس قدسیہ کے عشق ومحبت کی داستان رقم کرنے کی سعی کررہے ہیں تو سب پہلے عشاقانِ مصطفیٰ ﷺ جن خوش نصیبوں میں حضور سرور کون ومکان ﷺ کی زیارت سے اپنے قلوب واذہان کو منور فرما کر ایسا رتبہ پایا جو بعد میں کسی کو نہ مل سکا اور نہ مل سکے گا ان سے قبل صحابی رسول ﷺ کے بارے میں عرض کرنا ضروری خیال کرتا ہوں۔

صحابی کی تعریف

صحابی وہ شخص جس نے بحالتِ ایمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی ہو اور اسلام پر وفات پائی، اگرچہ درمیاں میں ارتداد پیش آگیا ہو۔ (النخبۃ الفکر،ص:ص۸۱)

صحابی لفظ واحد ہے، اس کی جمع صحابہ ہے۔ مذکر کے لئے صحابی کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے جبکہ مؤنث واحد کے لئے صحابیہ اور جمع کے لئے صحابیات کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔

Marfat.com

صحابی کی اصطلاحی تعریف

صحابی کے اصل معنی ساتھی اور رفیق کے ہیں؛ لیکن یہ اسلام کی ایک مستقل اور اہم اصطلاح ہے۔

اصطلاحی طور پر صحابی کا اطلاق ان لوگوں پر ہوتا ہے جنہوں نے بحالت ایمان حضور ﷺ سے ملاقات کی ہو اور ایمان ہی کی حالت میں دنیا سے رخصت ہوئے ہوں۔

(القاموس الفقہی، باب حرف الصاد: ج ۱ ص ۲۰۷)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پاکیزہ برگزیدہ جماعت کے ذریعہ اسلام کا تعارف بھی کرادیا گیا اور رسول اللہ ﷺ کی سیرتِ طیبہ اور سنت کو عام کیا گیا اگر رسول اللہ ﷺ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو الگ رکھ کر ان کو عام انسانوں کی طرح خاطی وعاصی تصور کر کے غیر معتبر قرار دیا جائے گا تو اسلام کی پوری عمارت ہی منہدم ہو جائے گی نہ رسول اللہ ﷺ کی رسالت معتبر رہے گی نہ قرآن اور اس کی تفسیر اور حدیث کا اعتبار باقی رہے گا کیونکہ اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ من جانب اللہ ہم کو عطاء کیا ہے وہ ہم تک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی کی معرفت پہنچا ہے خود معلم انسانیت رسول معظم ﷺ نے اپنے جاں نثار اطاعت شعار صحابہ رضی اللہ عنہم کی تربیت فرمائی تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اوّل اوّل، زبان رسالت سے اللہ تعالیٰ کی آیات کو ادا ہوتے سنا تھا اور کلام رسول ﷺ کی سماعت کی تھی پھر دونوں کو دیانت وامانت کے ساتھ اسی لب ولہجہ اور مفہوم ومعانی کے ساتھ محفوظ رکھا اور بحکم رسالت مآب ﷺ اس کو دوسروں تک پہنچایا کیونکہ حج الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے ان کو تبلیغ کا مکلف بنایا تھا اور فرمایا۔۔ بَلِّغُوْعَنِّي وَلَوْآيَةً (بخاری ومسلم) میری جانب سے لوگوں کو پہنچادو اگرچہ ایک آیت ہی ہو۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دربار نبوی ﷺ میں

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو درسگاہ نبوت میں حاضری کا مکلف ایک خاص حکم کے ذریعہ بنایا

Marfat.com

تھا کہ ہر وقت ایک با اعتماد جماعت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اسلام سیکھنے کیلئے حاضر رہے اس لئے کہ کب کوئی آسمانی حکم اور شریعت کا کوئی قانون عطا کیا جائے ۔لہٰذا ایک جماعت کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضری لازمی تھی اور ان کو بھی حکم تھا کہ جو حضرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں موجود نہیں ہیں ان تک ان نئے احکام اور آیات کو پہنچائیں۔

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ (سورہ توبہ:۱۲۲)

اور مسلمانوں سے یہ تو ہو نہیں سکتا کہ سب کے سب نکلیں تو کیوں نہ ہو کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈر سنائیں اس امید پر کہ وہ بچیں۔

حقیقت تو یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت وعقیدت کے بغیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سچی محبت نہیں ہو سکتی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پیروی کئے بغیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کا تصور محال ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جس انداز میں زندگی گزاری ہے وہ عین اسلام اور اتباع سنت ہے اور ان کے ایمان کے کمال و جمال، عقیدہ کی پختگی، اعمال کی صحت و اچھائی اور صلاح وتقویٰ کی عمدگی کی سند خود رب العالمین نے ان کو عطا کی ہے اور معلم انسانیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے قولِ پاک سے اپنے جاں نثاروں کی تعریف وتوصیف اور ان کی پیروی کو ہدایت وسعادت قرار دیا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی انسان تھے ان سے بھی بہت سے مواقع پر بشری تقاضوں کے تحت لغزشیں ہوئی ہیں لیکن لغزشوں، خطاؤں، گناہوں کو معاف کرنے والی ذات اللہ کی ہے اس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اضطراری، اجتہادی خطاؤں کو صرف معاف ہی نہیں کیا بلکہ اس معافی نامہ کو قرآن کریم کی آیات میں نازل فرما کر قیامت تک کیلئے ان نفوس قدسیہ پر تنقید وتبصرہ اور جرح وتعدیل کا دروازہ بند

Marfat.com

کر دیا اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ان کے ایمان کی صداقت اور اپنی پسندیدگی کی سند بھی بخشی ہے اس کے بعد بھی اگر کوئی فرد یا جماعت صحابہ کرام پر نقد و تبصرہ کی مرتکب ہوتی ہے تو اس کو علماء حق نے نفس پرست اور گمراہ قرار دیا ہے ایسے افراد اور جماعت سے قطع تعلق ہی میں خیر اور ایمان کی حفاظت ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پوری جماعت (خواہ کبار صحابہ ہوں یا صغار صحابہ رضی اللہ عنہم) عدول ہے اس پر ہمارے ائمہ سلف اور علماء خلف کا یقین و ایمان ہے۔ قرآن کریم میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے متعلق آیات پر ایک نظر ڈالئے پھر ان کے مقام و مرتبہ کی بلندیوں کا اندازہ لگائیے اس کے بعد بھی اگر کسی نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تنقیص کی جرأت کی ہے تو اس کی بدبختی پر کفِ افسوس ملئے

قرآن مجید میں مقام صحابہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مقام اور ان کی حیثیت کو خود اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے، جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ صحابہ کرام اللہ کی منتخب کردہ ایک جماعت ہیں، ان کی صفات کا تذکرہ گزشتہ انبیاء کی کتابوں میں بھی بیان کیا گیا ہے، اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں، اللہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جنت کی خوشخبری بھی سنادی:

ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ وَمِنْهُم مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ بِإِذْنِ اللَّهِ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ

پھر وارث بنایا ہم نے کتاب کا ان لوگوں کو جن کا ہم نے اپنے بندوں میں سے انتخاب کیا۔۔ الخ۔

"الکتاب" یعنی قرآن مجید کے پہلے وارث بالیقین رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں، جن کے بارے میں آیتِ مبارکہ گواہی دیتی ہے کہ وہ اللہ کے منتخب بندے ہیں؛ پھر بعض مقامات پر ان منتخب بندوں کو سلامِ خداوندی سے بھی نوازا گیا، ارشاد ہے:

Marfat.com

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى آللّٰهُ خَيْرٌ أَمَّا يُشْرِكُوْنَ

اے نبی ﷺ! آپ فرمادیجئے کہ تعریفات سب اللہ کے لیے ہیں اور سلام ہو ان بندوں پر جن کو اللہ نے منتخب فرمایا۔

حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما اور سفیان ثوری سے روایت ہے کہ اس آیت میں منتخب بندوں سے مراد "رسول اللہ ﷺ کے صحابہ" ہیں۔ (التفسیر المظہری: ۷/ ۱۲۴)

حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور جو ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے مقابلہ میں سخت ہیں (اور) آپس میں ایک دوسرے کے لیے رحم دل ہیں، تم انہیں دیکھو گے کہ کبھی رکوع میں ہیں، کبھی سجدے میں (غرض) اللہ کے فضل اور خوشنودی کی تلاش میں لگے ہوئے ہیں، ان کی علامتیں سجدہ کے اثر سے ان کے چہروں پر نمایاں ہیں، یہ ہیں ان کے وہ اوصاف جو تورات میں مذکور ہیں... الخ۔ (الفتح: ۲۹)

اور مہاجرین اور انصار میں سے جو لوگ پہلے ایمان لائے اور جنہوں نے نیکی کے ساتھ اُن کی پیروی کی، اللہ ان سب سے راضی ہو گیا ہے اور وہ اس سے راضی ہیں اور اللہ نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، یہی بڑی زبردست کامیابی ہے۔ (التوبہ: ۱۰۰)

اللہ تعالیٰ نے تم کو ایمان کی محبت عطا فرمائی اور ایمان کو تمہارے دلوں میں مرغوب کر دیا، کفر و فسق (گناہِ کبیرہ) عصیان (گناہِ صغیرہ) سے تم کو نفرت عطا کی، ایسے ہی لوگ اللہ کے فضل و انعام سے راہِ راست پر ہیں۔ (الحجرات: ۷)

ان لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان ثبت کر دیا ہے اور ان کو اپنے فیضِ غیب سے مضبوطی عطا فرمائی۔ (المجادلہ: ۲۲)

احادیث پاک میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا مقام

زبانِ رسالت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے منتخب ہونے کی خوشخبری دی گئی، جن میں سے

Marfat.com

چند احادیث کا ترجمہ یہاں پیش کیا جارہا ہے:

اِنَّ اللّٰہَ اخْتَارَ اَصْحَابِیْ عَلَی الْعَالَمِیْنَ سِوَی النَّبِیِّیْنَ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَقَالَ فِیْ اَصْحَابِیْ کُلُّھُمْ خَیْرٌ۔ (مجمع الزوائد: ۱۰/ ۱۶)

اللہ تعالیٰ نے نبیوں اور رسولوں کے بعد ساری دنیا سے میرے صحابہ کو منتخب فرمایا اور فرمایا: میرے سب ہی صحابہ بھلائی والے ہیں۔

"اِنَّ اللّٰہَ اخْتَارَنِیْ وَاخْتَارَلِیْ اَصْحَابِیْ الخ"۔ (الفتح الکبیر ح: ۳۲۲۴)

اللہ نے میرا انتخاب فرمایا اور میرے لیے میرے صحابہ کا انتخاب فرمایا۔

"خَیْرُ النَّاسِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ"۔ (بخاری: ح ۲۴۴۸)

لوگوں میں بہترین میرے قرن والے ہیں؛ پھر وہ جو ان کے بعد ہیں، پھر وہ جو ان کے بعد ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے فتح الباری میں لکھا ہے: "قرنی" سے مراد صحابہ ہیں، نیز بخاری میں باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم (کتاب الفضائل ۷/ ۳) میں ہے: بُعِثْتُ فِیْ خَیْرِ الْقُرُوْنِ بَنِیْ آدَمَ۔ ابن آدم کے سب سے بہتر لوگوں کے درمیان مجھے بھیجا گیا ہے۔

اسی لیے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس امت کے سب سے افضل افراد تھے، جو دل کے اعتبار سے بہت نیک، علم کے لحاظ سے سب سے پختہ اور تکلفات کے اعتبار سے سب سے زیادہ دور رہنے والے تھے۔ (رزین، مشکوۃ: ۱/ ۳۲)

حافظ ابن عبدالبر نے "الاستیعاب" اور علامہ سفارینی نے "شرح الدرۃ المضیئہ" میں لکھا ہے کہ جمہورِ امت کی رائے کے مطابق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انبیاء علیہم السلام کے بعد سب سے افضل ہیں۔ (مقدمۃ الاستیعاب تحت الاصابۃ: ۱/ ۲)

Marfat.com

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے متعلق امت مسلمہ کو ہدایت

قرآن کریم میں اور احادیث میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مدح وثناء کی گئی اور ان کو جنت کی بشارت دی گئی اور اسی کے ساتھ امت کو ان کے ادب واحترام اور ان کی اقتداء کا حکم بھی دیا گیا ہے، ان میں سے کسی کو برا کہنے پر سخت وعید بھی فرمائی ہے، ان کی محبت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت، ان سے بغض کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بغض قرار دیا گیا ہے "خَيْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ"۔ (مسلم: ح ۴۶۰۰)

میرے عہد کے مسلمان بہترین مسلمان ہیں پھر ان کے بعد آنے والے پھر ان کے بعد آنے والے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا أَدْرَكَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفَهُ۔ (مسلم: ح ۴۶۱۰)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے صحابہ کو برا نہ کہو؛ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تم احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کرو تو وہ ان کے ایک مد بلکہ اس کے نصف خرچ کرنے کے برابر بھی نہیں ہو سکتا۔

ایک اور روایت میں آپ نے ارشاد فرمایا:

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللهَ اللهَ فِي أَصْحَابِي اللهَ اللهَ فِي أَصْحَابِي لَا تَتَّخِذُوهُمْ غَرَضًا بَعْدِي فَمَنْ أَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّي أَحَبَّهُمْ وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِي أَبْغَضَهُمْ وَمَنْ آذَاهُمْ فَقَدْ آذَانِي وَمَنْ آذَانِي فَقَدْ آذَى اللهَ وَمَنْ آذَى اللهَ يُوشِكُ أَنْ يَأْخُذَهُ۔

(ترمذی: ح ۳۷۹۷)

لوگو! میرے صحابہ کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو اللہ سے ڈرو میرے بعد ان کو نشانہ نہ بناؤ، جس نے ان سے محبت کی اس نے میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی اور جس نے

Marfat.com

ان سے بغض رکھا اس نے درحقیقت مجھ سے بغض رکھا، جس نے ان کو اذیت پہنچائی اس نے مجھ کو اذیت پہنچائی اور جس نے مجھ کو اذیت پہچائی اس نے اللہ کو اذیت پہنچائی اور جس نے اللہ کو اذیت پہنچائی قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو پکڑ لے۔ سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: خدا کی قسم ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں کسی شخص کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کسی جہاد میں شریک ہونا جس میں اس کا چہرہ غبار آلود ہو جائے غیر صحابہ سے ہر شخص کی عمر بھر کی عبادت وعمل سے بہتر ہے اگرچہ اس کو عمر نوح (علیہ السلام) عطا ہو جائے

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد

ابوزرعہ رازی کا قول ہے کہ آپ کی وفات کے وقت جن لوگوں نے آپ کو دیکھا اور آپ سے حدیث سنی ان کی تعداد ایک لاکھ سے زائد تھی۔ (تجرید: ۳)

جن میں مرد اور عورت دونوں شامل تھے اور ان میں ہر ایک نے آپ سے روایت کی تھی۔ (مقدمہ اصابہ: ۳)

ابن فتحون نے ذیل استیعاب میں اس قول کو نقل کر کے لکھا ہے کہ ابوزرعہ نے یہ تعداد صرف ان لوگوں کی بتائی ہے جو رواۃ حدیث میں تھے، لیکن ان کے علاوہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جو تعداد ہوگی وہ اس سے کہیں زیادہ ہوگی۔ (مقدمہ اصابہ: ۳)

بہر حال اکابر صحابہ کے نام ان کی تعداد اور ان کے حالات تو ہم کو صحیح طور پر معلوم ہیں، لیکن ان کے علاوہ ہم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صحیح تعداد نہیں بتا سکتے، اسد الغابہ میں لکھا ہے کہ خود صحابہ کے زمانہ میں مشاغل دینیہ نے صحابہ کو یہ موقع نہ دیا کہ وہ اپنی تعداد کو محفوظ رکھیں۔ (مقدمہ اسد الغابہ: ۳)

اس کے علاوہ اکثر صحابہ صحرانشین بدوی تھے، اس لیے ایسی حالت میں ان کا گمنام رہنا ضروری تھا۔ (مقدمہ اصابہ: ۴)

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ ہر نبی کو اس کی امت میں سے سات نقیب دیئے گئے

Marfat.com

تھے اور مجھے چودہ (۱۴) دیئے گئے ہیں جو یہ ہیں: (۱) حضرت علی المرتضی (۲) حضرت امام حسن (۳) حضرت امام حسین (۴) حضرت جعفر (۵) حضرت حمزہ (۶) حضرت ابوبکر صدیق (۷) حضرت عمر فاروق (۸) حضرت مصعب بن عمیر (۹) حضرت بلال (۱۰) حضرت سلمان فارسی (۱۱) حضرت عمار (۱۲) حضرت عبداللہ بن مسعود (۱۳) حضرت مقداد (۱۴) حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہم۔ (ترمذی، مستدرک عن علی بن ابی طالب)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا زمانہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مبارک زمانہ ابتدائے بعثت سے شروع ہو کر پہلی صدی کے آخر تک ختم ہو گیا اور اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معجزانہ پیشین گوئی پوری ہوئی جو ان الفاظ میں کی گئی ہے۔

فَإِنَّ رَأْسَ مِائَةٍ لَا يَبْقَى مِمَّنْ هُوَ الْيَوْمَ عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ أَحَدٌ۔ (بخاری: ۵۶۶)

جو لوگ آج روئے زمین پر موجود ہیں ان میں سے سو سال کے بعد کوئی باقی نہ رہے گا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت کا مطالعہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عین دین کی بنیاد ہیں، دین کے اول پھیلانے والے ہیں، انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دین حاصل کیا اور ہم لوگوں تک پہنچایا، یہ وہ مبارک جماعت ہے کہ جس کو اللہ جل شانہ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مصاحبت کے لیے چنا اور اس بات کی مستحق ہے کہ اس مبارک جماعت کو نمونہ بنا کر اس کا اتباع کیا جائے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے جسے دین کی راہ اختیار کرنی ہے تو ان کی راہ اختیار کرے جو اس دنیا سے گزر چکے ہیں اور وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ ہیں جو اس امت کا افضل ترین طبقہ ہے، قلوب ان کے پاک تھے، علم ان کا گہرا تھا، تکلف اور بناوٹ ان کے اندر نہیں تھی، اللہ جل شانہ نے انھیں اپنے نبی کی صحبت اور دین کی اشاعت کے لیے چنا تھا، اس لیے ان کی

Marfat.com

فضیلت کو پہچانو ان کے نقش قدم پر چلو اور طاقت بھر ان کے اخلاق اور ان کی سیرتوں کو مضبوط پکڑو، اس لیے کہ وہی ہدایت کے راستے ہیں۔ (مشکوۃ: ح ۱۹۳)

انسان کے فرائض میں سب سے مقدم اور سب سے اہم فرض یہ ہے کہ اخلاق انسانی کی اصلاح کی جائے، علم اور فن، تہذیب وتمدن، صنعت وحرفت تمام چیزیں دنیا میں آئیں اور آتی رہیں گی؛ لیکن انسانیت کو تہذیب سے آراستہ کرنا بہت ضروری تھا اس لیے دنیا میں جب سب سے پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام کو بھیجا گیا تو اسی ذمہ داری کے ساتھ بھیجا گیا پھر ان کے بعد آنے والے بڑے بڑے پیغمبر اسی سلسلے کو یعنی تہذیب نفوس کو آگے بڑھاتے رہے اس کے بعد سب سے آخر میں حضور اکرم ﷺ کو تمام کمالات کا مجموعہ بنا کر بھیجا گیا اور پھر اعلان کر دیا گیا کہ:

اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔ (المائدہ: ۳)

آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا، تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو دین کے طور پر (ہمیشہ کے لیے) پسند کر لیا۔

اب انسانوں کے اخلاق سدھارنے کے لیے قیامت تک کوئی نیا نبی آنے والا نہیں ہے، اگر کوئی انسان نبی کریم ﷺ کے اخلاق کا مطالعہ کرنا چاہے یا آپ کی تربیت کا انداز دیکھنا چاہے، آپ کے اقوال وافعال اور اعمال کا نمونہ دیکھنا چاہے تو وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مقدس جماعت ہے، صحابہ کرام کی زندگیوں کا مطالعہ ایمانی کیفیت کو بڑھاتا ہے، زندگی کے اصول سکھاتا ہے، عقائد، عبادات، معاشرت اور معاملات انسان کے درست ہوتے ہیں، سنت اور بدعت کی پہچان ہوتی ہے۔ اس زمانے کی سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ صحابہ کرام کی مقدس زندگی کو دنیا کے سامنے اس طرح پیش کیا جائے جس سے لوگوں میں شوق عمل پیدا ہو اور اس مثال کو پیش نظر رکھ کر لوگ خود بخود اپنے عقائد واعمال کی طرف مائل ہوں۔ (ترمذی)

Marfat.com

جناب نبی کریم ﷺ کی پاک زندگی کو پہچاننے کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی کی زندگی معیار ہوسکتی ہے کیونکہ یہی وہ مقدس جماعت ہے جس نے براہ راست حضور اکرم ﷺ سے استفادہ کیا اور آپ کی نبوت کی روشنی بغیر کسی پردہ اور بغیر کسی واسطے کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر پڑی ان میں جو ایمان کی حرارت اور نورانی کیفیت تھی وہ بعد والوں کو میسر آنا ممکن نہ تھی، اس لیے قرآن کریم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پوری جماعت کی تقدیس وتعریف فرمائی ہے اور جماعت صحابہ کو مجموعی طور پر" رضی اللہ عنہم و رضوعنہ "فرمایا یعنی اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم راستہ پانے والے اور راستہ دکھانے والے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت میں کسی ایک کی بھی تنقیص وتحقیر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تنقیص وتحقیر ہے کیونکہ یہ صحبت نبوت کی تنقیص وتحقیر ہے اسی بنا پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ ان کو میرے بعد ہدف ملامت نا بنالینا۔ پس جس نے ان سے محبت کی تو میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی۔ اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سراپا ادب اور پیکر تقویٰ

اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَھُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ لِلتَّقْوٰی لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّاَجْرٌ عَظِیْمٌ۔ (سورہ الحجرات:۳)

بیشک جو لوگ اپنی آوازوں کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے پست رکھتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کے قلوب کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کیلئے خالص کردیا ہے ان لوگوں کیلئے مغفرت اور اجر عظیم ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کفر وگناہوں سے محفوظ رہنا

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِیْکُمْ رَسُوْلَ اللّٰہِ لَوْ یُطِیْعُکُمْ فِیْ کَثِیْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ حَبَّبَ

Marfat.com

اِلَیْکُمُ الْاِیْمَانَ وَزَیَّنَہٗ فِیْ قُلُوْبِکُمْ وَکَرَّہَ اِلَیْکُمُ الْکُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْیَانَ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الرّٰشِدُوْنَ (سورۃ الحجرات:۷)

اور جان رکھو کہ تم میں رسول اللہ ﷺ ہیں اگر بہت سے کاموں میں تمہاری بات مان لیا کریں تو تم پر مشکل پڑے لیکن اللہ تعالیٰ نے تم کو ایمان کی محبت دی اور اس کی (تحصیل) کو تمہارے دلوں میں مرغوب کر دیا اور کفر وفسق اور عصیان سے تم کو نفرت دیدی ایسے ہی لوگ اللہ کے فضل اور انعام سے راہ راست پر ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عبادت کے خوگر اور رحمدل تھے

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ تَرٰھُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا سِیْمَاھُمْ فِیْ وُجُوْھِھِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ (سورہ فتح:۲۹)

محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے مقابلہ میں تیز ہیں اور آپس میں مہربان ہیں اے مخاطب تو ان کو دیکھے گا کہ کبھی رکوع کر رہے ہیں کبھی سجدہ کر رہے ہیں اور اللہ کے فضل اور رضامندی کی جستجو میں لگے ہوئے ہیں ان کی (عبدیت) کے آثار سجدوں کی تاثیر سے ان کے چہروں پر نمایاں ہیں۔

قرآن مجید کی بہت سی آیتوں میں اس کی تصریحات ہیں جن میں چند آیات اسی سورۃ میں آچکی ہیں:

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ، اور، اَلْزَمَھُمْ کَلِمَۃَ التَّقْوٰی وَکَانُوْا اَحَقَّ بِھَا وَاَھْلَھَا۔

انکے علاوہ بہت سی آیات میں یہ مضمون مذکور ہے:

یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰہُ النَّبِیَّ وَالَّذِیْنَ آمَنُوْا مَعَہٗ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُھٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْھُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ وَاَعَدَّ لَھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَھَا الْاَنْھٰرُ

Marfat.com

اور سورہ حدید میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کے بارے میں فرمایا ہے:

وَکُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الْحُسْنٰی

یعنی ان سب سے اللہ تعالیٰ نے حسنیٰ کا وعدہ کیا ہے پھر سورہ انبیاء میں حسنیٰ کے متعلق فرمایا اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَھُمْ مِنَّا الْحُسْنٰی اولٰئکَ عَنْھَا مُبْعَدُوْنَ یعنی جن لوگوں کیلئے ہماری طرف سے حسنیٰ کا فیصلہ پہلے ہو چکا ہے وہ جہنم کی آگ سے دور رکھے جائیں گے۔

ہر مشکل کا حل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اتباع میں ہے

آج ہم مسلمانوں کو عالمگیر سطح پر مشکلات کا سامنا ہے ہر محاذ پر ناکامی اور پسپائی ہے دشمنان اسلام متحد اور اسلام کو مٹانے پر متفق ہیں مسلمانوں پر طرح طرح سے الزامات اور بہتان تراشی ہو رہی، پوری دنیا میں اسلام کے تصور کو خراب کرنے اور مسلمانوں کو بدنام کرنے میں میڈیا سرگرم ہے یورپ میں مسلمانوں کے خلاف نفرت کی لہر چل رہی ہے ہم ایک خطرناک اور نازک دور سے گزر رہے ہیں ان حالات میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مثالی زندگی ہمارے لئے مشعل راہ ہے ان پاکیزہ نفوس کو بھی ان حالات کا سامنا تھا بلکہ بعض اعتبار سے آج کے حالات سے زیادہ خطرناک صورتِ حال تھی مکہ میں ابتلاء و آزمائش کے شدید دور سے گزرتے تھے تعداد بھی کم تھی اور وسائل بھی نہیں، حدیبیہ میں یہودیوں اور منافقوں کی فتنہ انگیزیاں اور سازشیں تھیں، مشرکین مکہ کے حملے اور یہودی قبائل سے لڑائیاں تھیں پھر دائرہ وسیع ہوا تو قیصر روم اور کسریٰ کے خطرناک عزائم تھے ان سب حالات کا مقابلہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جس حکمت عملی اور صبر و استقامت سے کیا وہی تاریخ ہم کو دہرانی پڑے گی، اس لئے ضروری ہے کہ ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت کا مطالعہ کریں ان کو اپنا رہنما و مقتدا جان کر اس محبت و عقیدت سے ان کی پیروی کریں کہ ان کا ہر عمل اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک پسندیدہ ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہمارے لئے معیار حق اور مشعل راہ ہیں ان کی شان میں کسی قسم کی گستاخی گوارہ نہیں ان کی عظمت شان کی بلندیوں

Marfat.com

تک کسی کی رسائی نہیں عصر حاضر میں ان حضرات کی پیروی گذشتہ صدیوں کے مقابلہ میں زیادہ ضروری اور اہم ہے اور کامیابی کا تصور اس کے بغیر ممکن نہیں۔

ہر مسلمان کو اپنے دل و دماغ میں یہ بات راسخ کر لینی چاہیے کہ نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس اصلِ دین اور آپ ﷺ سے محبت شرطِ ایمان ہے۔ جس دل میں آپ ﷺ کی محبت نہیں، وہ ویران ہے۔ مطالع المسرات میں ہے کہ حضور ﷺ سے محبت، رب العزت سے محبت کے لیے شرط اول ہے۔ ہر ذی شعور انسان پر یہ بات عیاں ہے کہ جب تک مسلمانوں کے دلوں میں محبت رسول ﷺ کا غلبہ رہا، تب تک عزت و تمکنت اور فتح و عروج ان کا مقدر رہی اور سرکش اقوام ان کے زیر نگیں رہیں۔ لیکن جب یہ تعلق اور رشتہ کمزور ہوا تو مسلمانوں کا عروج، زوال میں تبدیل ہو گیا۔ حتیٰ کہ آج مسلمانوں کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''جس نے میری محبت کا دعویٰ کیا اسے چاہیے کہ وہ آپ ﷺ کی اتباع کرے''۔

رسول اکرم ﷺ کے جاں نثاروں کا عمل یہی رہا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوگا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والدین، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔'' (صحیح البخاری)

ایک بار رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ! میں سچا مومن کب بنوں گا؟''

حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''تو جب اللہ تعالیٰ سے محبت کرے گا''

اُس نے عرض کیا ''یا رسول اللہ ﷺ! میری محبت اللہ تعالیٰ سے کب ہوگی؟''

آپ ﷺ نے فرمایا ''جب تو اس کے رسول ﷺ سے محبت کرے گا'' صحابی

Marfat.com

نے عرض کیا ''اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ سے میری محبت کب ہوگی؟''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جب تو ان کے طریقے پر چلے گا، اور ان کی سنت کی پیروی کرے گا، اور ان سے محبت کرنے والوں کے ساتھ محبت کرے گا اور ان سے بغض رکھنے والوں کے ساتھ بغض رکھے گا، اور کسی سے محبت کرے تو ان کی وجہ سے کرے، اور اگر کسی سے عداوت رکھے تو ان کی وجہ سے رکھے۔''

خاکپائے درچشت

علامہ مفتی محمد فیاض چشتی

1-حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

نام: آپ کا نام: عبداللہ، کنیت: ابوعبدالرحمان

والد کا نام: مسعود

والدہ کا نام: ام عبد تھا۔

شجرہ نسب:۔ عبداللہ بن مسعود بن غال بن حبیب بن شمخ بن فار بن مخزوم بن مسابلہ بن کاہل بن الحارث بن تمیم بن سعد بن نہدیل بن مدرکہ بن الیاس بن مضر۔

(اسد الغابہ لابن الاثیر الجزری ج ۳ ص ۱۶۷، الاصابہ لابن حجر عسقلانی ج ۲ ص ۱۱۲۲، سیر اعلام النبلاء للذہبی ج ۳ ص ۲۰۴)

کنیت:۔ ابوعبدالرحمن ہے۔

آپ کا نسب ہذیل بن مدرکہ بن الیاس کے ساتھ مل جاتا ہے۔ ان کی والدہ کا نام ام عبد بنت عبدود بن سواء ہذیل ہے۔ یہ مشرف باسلام ہوئیں اور ہجرت کی سعادت حاصل کی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قدیم الاسلام تھے یہ اس وقت اسلام لائے جب سعید بن زید رضی اللہ عنہ مشرف باسلام ہوئے تھے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تاہنوز اسلام نہ لائے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ خود فرمایا کرتے تھے۔

"میں چھٹا مسلمان تھا، ہمارے سوا روئے زمین پر اور کوئی مسلمان نہ تھا"۔

آپ نے پہلے حبشہ اور پھر مدینہ ہجرت فرمائی۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت میں غزوات بدر واحد، خندق، بیعت الرضوان اور دیگر لڑائیوں میں شرکت کی۔ وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہی تھے جس نے غزوۂ بدر میں ابوجہل پر حملہ کر کے اس کا سر کاٹ لیا تھا۔ آپ نے غزوۂ یرموک میں بھی شرکت کی سعادت حاصل کی۔

Marfat.com

نبی کریم ﷺ کے جوتوں کی حفاظت کا شرف ان کے حصے میں آیا تھا۔ جب حضور ﷺ اٹھتے تو یہ آپ ﷺ کو جوتے پہناتے، جب بیٹھ جاتے تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے جوتوں کو بغل میں دبائے رکھتے۔ یہ حضور ﷺ کے یہاں بڑی کثرت سے آیا جایا کرتے تھے اور آپ ﷺ کی خدمت کیا کرتے تھے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور میرا بھائی یمن سے آئے اور کچھ عرصہ قیام کیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کی والدہ اس کثرت سے حضور ﷺ کے یہاں جایا کرتے تھے کہ ہم ان کو آپ ﷺ کے اہل بیت میں شمار کرنے لگے۔ (بخاری ومسلم)

اسلام میں سبقت لے جانے والے اور حضور ﷺ کے ساتھ ان کو جو دل بستگی تھی اس کی بنا پر ان کا شمار کبار اور فضلاء فقہاء صحابہ رضی اللہ عنہم میں ہوتا تھا۔ قرآن کریم اور حدیث وفتویٰ میں یہ دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم پر فائق تھے۔ حتیٰ کہ خود رسول ﷺ نے ان کے ماہر علوم قرآنیہ ہونے کی شہادت دی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا قرآن کریم چار صحابہ سیکھو، یعنی عبداللہ بن مسعود، سالم مولیٰ ابی حذیفہ اور معاذ بن جبل اور ابی بن کعب ﷺ سے۔ (بخاری ومسلم)

نعمت خداوندی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے خود حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

”اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں کتاب اللہ کی کوئی سورت ایسی نہیں جس کے بارے میں مجھے معلوم نہ ہو کہ وہ کہاں اتری اور کس ضمن میں اتری، اگر مجھے معلوم ہوتا کہ کوئی مجھ سے بڑھ کر قرآن کا کوئی عالم موجود ہے اور اونٹ وہاں تک پہنچا سکتا تو میں سوار ہو کر اس کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ (صحیح مسلم)

کبار صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے علم وفضل کا اعتراف کرتے تھے۔ چنانچہ

Marfat.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ کے نام ایک خط لکھا:

میں نے عمار کو تمہارا امیر اور عبداللہ بن مسعود کو معلم اور وزیر بنا کر بھیجا ہے۔ یہ دونوں رسول ﷺ کے چیدہ اصحاب اور اہل بدر میں سے ہیں۔ ان کی پیروی کیجیے۔ عبداللہ کو تمہاری طرف بھیج کر میں نے تمہیں اپنی ذات پر ترجیح دی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی عظمت وفضیلت کے اثبات میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر اور کس کی شہادت ہو سکتی ہے۔ خصوصاً آپ کا یہ قول کہ ''تم کو اپنی ذات پر ترجیح دی'' قابل غور ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہ شخص ہیں جب کے قلب وزبان پر اللہ نے حق کو جاری کر دیا تھا۔ وہ جب کسی رائے کا اظہار کرتے تو اس کی تائید میں قرآنی آیات نازل ہو جاتیں۔ صاحب فضیلت کا قدر شناس وہی ہو سکتا ہے جو خود بھی فضیلت کا حامل ہو جب ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تو حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے کہا:

''ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد کوئی ایسا شخص نہیں چھوڑا جو ان جیسا ہو۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بے شمار لوگوں نے حدیثیں روایت کیں، صحابہ میں سے مندرجہ ذیل کے اسماء قابل ذکر ہیں۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری، حضرت عمران بن حصین، حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، جابر، حضرت انس، حضرت ابن زبیر، حضرت ابو سعید خدری، حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابو رافع، رضی اللہ عنہم۔

تابعین میں سے حضرت علقمہ، حضرت ابو وائل، حضرت اسود، حضرت مسروق، حضرت عبیدہ، حضرت قیس بن ابی حازم، رحمہم اللہ علیہم اور دیگر اکابرین نے استفادہ کیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے آٹھ سو اڑتالیس احادیث مروی ہیں۔ امام بخاری وامام مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ نے چونسٹھ احادیث بالاتفاق روایت کیں ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اکیس احادیث کے روایت کرنے میں منفرد ہیں اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے پینتیس احادیث

Marfat.com

روایت کیں ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جن صفات سے متصف تھے مثلاً قدامت اسلام اور طویل صحبت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تقاضہ یہ تھا کہ وہ مذکورہ صدر احادیث سے زیادہ احادیث روایت کرتے۔ انہوں نے تمام نبوت کے تمام زمانہ کو بچشم خود دیکھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت سے بھرپور استفادہ کیا۔ وہ حدیثیں یاد کرنے کے حریص بھی تھے اس کے ساتھ ساتھ ان کا حافظہ بھی بہت قوی تھا۔ دنیوی ساز و سامان سے انہیں چنداں دلچسپی نہ تھی۔ مگر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد وہ بہت کم عرصہ تک زندہ رہے اور جس طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو حدیثوں کی اشاعت کے لئے طویل مدت ملی تھی جو ان کو نہ مل سکی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ۲۳ھ میں ایک قول کے مطابق کوفہ اور دوسرے قول کے مطابق مدینہ میں بعمر ساٹھ سال سے کچھ زائد وفات پائی

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اُن خوش قسمت لوگوں میں سے ہیں جن کا شمار السابقون الاولون میں ہوتا ہے اور ان کو یہ سعادت بھی حاصل ہے کہ آپ اُن چھ لوگوں میں سے ایک ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دار ارقم میں داخل ہونے سے پہلے ایمان لا چکے تھے، یہ سعادت بھی انہی کو حاصل ہے کہ آپ کا شمار ان چار قاریوں میں سے ہیں جن کا قرآن کریم اور حدیث رسول کی خدمات کے حوالے سے ایک خاص مقام ہے یہ وہ جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ وہ ہیں جن کو افقہ الصحابہ کے نام سے تاریخ اسلام کے اندر رہتی دنیا تک یاد رکھا جائے گا، علم و فضل کی گہرائی اور فقہ پر دسترس کا یہ عالم تھا کہ اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور کے فقہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک مختصر فہرست بھی بنائی جائے تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو کسی بھی صورت میں فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

Marfat.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دوست

حضرت مسروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: کہ وہ تو ایسے شخص ہیں جن کو میں ہمیشہ دوست رکھتا ہوں۔ جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا کہ قرآن مجید چار آدمیوں سے سیکھو۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے پہلے انہوں نے ان کا نام لیا سالم مولیٰ ابوحذیفہ، ابی بن کعب اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم سے۔ راوی کا بیان ہے مجھے یاد نہیں رہا کہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا نام پہلے لیا یا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا نام پہلے لیا

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ایک تعارف

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا شمار ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ہوتا ہے جنہیں ابتدائے دعوت ہی کے دوران قبول اسلام کی سعادت نصیب ہوئی تھی۔ ان کے والد زمانہ جاہلیت میں وفات پا چکے تھے جبکہ والدہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ پایا اور مشرف باسلام ہوئیں۔

عرب کے ریگزاروں سے جب حق کی روشنی پھوٹی تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس پکار پر سب سے پہلے لبیک کہنے والوں میں سے تھے۔ دعوت حق قبول کرنے کے بعد ان کی زندگی دین کے لیے وقف ہوگئی۔ قبول اسلام کے بعد وہ ہمیشہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہے۔ قربت نبوی کا عالم یہ تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسواک اور نعلین مبارک ان کے پاس رکھے ہوا کرتے تھے۔

قرآن مجید کی تفسیر ان کا خاص میدان تھی جس میں انہیں اس قدر ملکہ حاصل تھا کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے قرآن سیکھنے کی ہدایت کی اور ایک موقعہ پر فرمائش کر کے ان سے قرآن سنا۔

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں "میں نے جب سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ

Marfat.com

فرماتے ہوا سنا ہے کہ چار اشخاص سے قرآن سیکھو، (اور وہ چار آدمی یہ ہیں) عبداللہ بن مسعود، سالم، معاذ اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہم۔ تب سے میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے محبت کرتا ہوں"۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور علم قرآن

ایک دفعہ اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: "اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے! کتاب اللہ کی کوئی آیت ایسی نہیں ہے جس کے متعلق میں نہ جانتا ہوں کہ وہ کہاں نازل ہوئی اور کوئی آیت ایسی نہیں ہے جس کے متعلق میں نہ جانتا ہوں کہ وہ کس بارے میں نازل ہوئی اور اگر مجھے کسی ایسے شخص کا پتہ ہوتا جو کتاب اللہ کا مجھ سے زیادہ علم رکھتا ہے تو میں اس تک ضرور پہنچتا بشرطیکہ اونٹ (سواری) وہاں تک جا سکتی ہو"

قرآن وسنت کا علم عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پر ختم ہو جاتا ہے

امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے سامنے ان کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: "قرآن اور سنت کا علم اس شخص پر ختم ہو جاتا ہے"۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فتویٰ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان تین صحابہ میں سے تھے جن کا فتویٰ ان کے شاگردوں اور حلقہ تدریس کے ذریعے عام ہو کر فوراً لوگوں کی زندگیوں میں جاری وساری ہو جایا کرتا تھا۔ باقی دو صحابی زید بن ثابت اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہیں۔

کتب تفاسیر میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے جو کچھ بیان کیا جاتا ہے اس میں بہت کچھ بعد والوں نے ان سے منسوب کر دیا تھا جس میں صحیح، ضعیف، مقبول، مردود ہر قسم کی روایات پائی جاتی ہیں۔ اس امت پر اللہ تعالیٰ کے احسانات میں سے ایک احسان یہ ہے کہ اس نے ائمہ حدیث کی صورت میں ہر زمانے میں ایسے لوگ کھڑے کیے جنہوں نے صحیح کو ضعیف سے اور مقبول کو مردود سے الگ کر دکھایا چنانچہ ملاوٹ کرنے والے نامراد ہوئے

Marfat.com

اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس علم کی حفاظت فرمائی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"آپ میں سے جو لوگ کسی کی تابعداری کرنا چاہتا ہے تو وہ اُن لوگوں کی تابعداری کرے جو فوت ہو چکے ہیں اس لیے کہ زندہ لوگ فتنوں سے محفوظ نہیں ہوتے ہیں اور یہ وہ لوگ جو رسول اللہ کے صحابہ تھے یہ لوگ گہرا علم رکھنے والے تھے اُن کے دل صاف تھے اور وہ تکلف کم کرتے تھے اُن کو اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت کے لیے اور اقامت دین کے لیے چُنا تھا، آپ ان لوگوں کی فضیلت کو سمجھ لیں اور ان کے نقش قدم پر چلیں اور جس قدر ہو سکے اُن کی سیرت اور اخلاق کو مضبوطی سے تھام لیں کیونکہ وہ لوگ ہدایت یافتہ ،صراط مستقیم پر تھے۔

اور اگر فقہ حنفی کی بات کی جائے تو ان کے لیے بھی ایک اعزاز ہے کہ فقہ حنفی کی تعلیمات اور روایات کا مرجع ومنبع جناب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی ہے ان کی علمی خدمات کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ کی ایک گلی سے گزر رہے تھے کہ کچھ عورتوں کو مسائل پر گفتگو کرتے سنا تو فرمایا۔

رحم اللہ ابن مسعود ملأ الکوفۃ بالعلم

"اللہ تعالیٰ ابن مسعود پر رحم فرمائے، انہوں نے کوفہ کو علم سے بھر دیا ہے،،۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی فقہی بصیرت تھی جو ان کے شاگردوں علقمہ اور ابراہیم نخعی کے ذریعے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہا اللہ تعالیٰ تک پہنچی اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے پوری دنیا میں پھیل گی اور مسلم دنیا کی ایک بہت بڑی تعداد فقہ حنفی سے وابستہ ہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عظیم الشان اور شاہکار فقہی بصیرت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی مرہون منت ہے۔

ایام جاہلیت میں جب آپ رضی اللہ عنہ ابھی بچے تھے تو عموما بھیڑ بکریاں چرا کر گزر بسر

Marfat.com

کرتے تھے یہ کام کوئی اچنبھے کی بات نہیں ہے اُس وقت اُمراء اور شرفاء کے بچے بھی یہ کام کرتے تھے۔ گویا اُس زمانے میں سادگی، جفاکشی، محنت اور راست بازی کا عملی درس دیا جاتا تھا۔ مکہ میں آپ ﷺ نے جب کئی خداؤں کو ماننے والوں کو ایک خدا کو ماننے کی دعوت دی تو اُس وقت وہ ایک کم سن اور قریب البلوغ لڑکے تھے۔ وہ روزانہ مکہ کے ایک رئیس عقبہ ابن معیط کی بکریوں کو لے کر انہیں چرانے کے لیے انسانی آبادی سے دور مکہ کی پہاڑیوں اور وادیوں کی طرف نکل جایا کرتے تھے دلچسپ بات یہ ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بکریاں چرانا اُن کے نور اسلام سے مشرف ہونے کا ذریعہ بنا۔ اپنے ایمان لانے کا واقعہ وہ اپنی زبانی بیان کرتے ہیں۔

ایک روز عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے دور فاصلے پر اُدھیڑ عمر کے دو آدمیوں کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا جو تکان سے چور اور تھکاوٹ سے نڈھال ہونے کی وجہ سے بہت آہستہ آہستہ چل رہے تھے اور شدت تشنگی کے مارے ان کے ہونٹ اور حلق سوکھ کر کانٹا ہو رہے تھے۔ وہ دونوں اس کے قریب پہنچ کر رکے۔ اسے سلام کیا اور بولے:

''لڑکے! ہمارے لیے ان بکریوں کا دودھ دوھو! جس سے ہم اپنی پیاس بجھا سکیں اور اپنی رگوں کو تر کر سکیں۔''

''میں ایسا کرنے سے معذور ہوں۔ میں ان بکریوں کا دودھ آپ کو نہیں پیش کر سکتا کیونکہ یہ میری نہیں ہیں بلکہ میری امانت میں ہیں۔ میں ان کا مالک نہیں، امین ہوں۔''

لڑکے کا جواب سن کر ان دونوں نے کسی قسم کی ناگواری یا ناراضگی کا اظہار نہیں کیا بلکہ ان کے چہروں سے ظاہر ہو رہا تھا کہ انھوں نے اس جواب کو پسند کیا ہے۔ پھر ان میں سے ایک آدمی نے کہا: ''اچھا کسی ایسی بکری کی نشاندہی کرو جس نے کبھی بچہ نہ دیا ہو۔'' لڑکے نے اپنے قریب ہی کھڑی ایک چھوٹی سی بکری کی طرف اشارہ کر دیا۔ وہ آدمی اس کے قریب گیا۔ اسے پکڑا اور اللہ کا نام لے کر اس کے تھن پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ لڑکے نے حیرت

Marfat.com

کے ساتھ دیکھا اور اپنے دل میں کہا کہ ایسا کیونکر ہو سکتا ہے کہ ایسی بکریاں جو کبھی گابھن نہ ہوئی ہوں، دودھ دینے لگیں لیکن دیکھتے ہی دیکھتے بکری کا تھن پھول کر بڑا ہو گیا اور اس میں تیزی کے ساتھ دودھ بہنے لگا۔ دوسرے آدمی نے زمین پر پڑا ہوا ایک پیالہ نما گہرا سا پتھر اٹھا کر اسے دودھ سے بھر لیا پھر اس دودھ کو ان دونوں نے پیا اور لڑکے کو بھی پلایا۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ اپنی آنکھوں کے سامنے پیش آنے والے اس واقعے پر مجھے یقین نہیں آ رہا تھا۔ جب ہم سب لوگ اچھی طرح آسودہ ہو گئے تو اس بابرکت شخص نے بکری کے تھن سے کہا ''سکڑ جا''، اور وہ سکڑتے سکڑتے اپنی اصلی حالت پر آ گیا۔ اس وقت میں نے اس بابرکت شخص سے کہا:

''وہ کلمات جو آپ نے ابھی کہے تھے، ان میں سے کچھ مجھے بھی سکھا دیجئے۔'' تو اس نے کہا:

اَنْتَ غُلَامٌ، مُعَلَّمٌ

''تم ایک سکھائے پڑھائے لڑکے ہو۔''

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بدر کے دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ تم ان قیدیوں کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کہ یہ لوگ آپ کی قوم اور خاندان کے ہیں ان کو معاف فرما کر نرمی کا معاملہ فرمائیں شاید اللہ تعالیٰ ان کو شرک سے توبہ کی توفیق عطائی فرمائے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ان لوگوں نے آپ کو جھٹلایا اور تنگ کیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی گردنیں اڑا دیں۔ پھر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے رائے پیش کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ گھنے درختوں والا جنگل تلاش کریں اور ان کو اس میں داخل کر کے آگ لگا دیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب کی رائے سنی مگر کوئی فیصلہ نہ فرمایا اور اپنے خیمے میں تشریف لے گئے، لوگ آپس میں باتیں کرنے لگے کہ اب دیکھیں کس کی رائے پر عمل

Marfat.com

ہوتا ہے، تھوڑی دیر بعد آپ ﷺ خیمے سے باہر تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کے دلوں کو اتنا نرم فرما دیتے ہیں کہ وہ دودھ سے بھی زیادہ نرم ہو جاتے ہیں اور بعض لوگوں کے دل کو اتنا سخت کر دیتے ہیں کہ وہ پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو جاتے ہیں۔

اور اے ابوبکر رضی اللہ عنہ تمہاری مثال حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسی ہے کہ انہوں نے فرمایا تھا:

فمن تبعنی فانه منی ومن عصانی فانك غفور رحیم

پھر جو شخص میری راہ پر چلے گا وہ تو میرا ہی ہے اور جو شخص میرا کہنا نہ مانے سو آپ تو کثیر المغفرت، کثیر الرحمۃ ہیں۔

اور اے ابوبکر رضی اللہ عنہ تمہاری مثال حضرت عیسیٰ جیسی ہے انہوں نے فرمایا تھا۔

ان تعذبهم فانك عبادك وان تغفرلهم فانك انت العزيزالحكيم

اگر تو ان کو سزا دیں تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر ان کو معاف فرما دیں تو آپ زبردست حکمت والے ہیں۔

اور اے عمر رضی اللہ عنہ تمہاری مثال حضرت نوح علیہ السلام جیسی ہے کہ انہوں نے فرمایا تھا:

رب لاتذرعلی الارض من الکافرین دیارا

اے رب! زمین پر منکروں کا ایک بھی گھر بسنے والا نہ چھوڑیے۔

اور اے عمر رضی اللہ عنہ تمہاری مثال حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسی ہے کہ انہوں نے فرمایا تھا:

ربنا اطمس علی اموالهم واشدد علی قلوبهم فلا یومنو حتی یرو العذاب العلیم۔

اے ہمارے رب! ان کے مالوں کو نیست ونابود کر دیجیے اور ان کے دلوں کو زیادہ سخت کر دیجیے سو یہ ایمان نہ لانے پائیں یہاں تک کہ عذاب الیم کے مستحق ہو کر اس کو دیکھ لیں۔

پھر حضور ﷺ نے فرمایا چونکہ تم ضرورت مند ہو اس وجہ سے قیدیوں میں سے ہر

Marfat.com

قیدی یا تو فدیہ دے گا یا پھر اس کی گردن اڑا دی جائے گی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اس حکم کی تعمیل سے سہل بن بیضا کو مستثنیٰ قرار دیا جائے کیونکہ میں نے ان کو اسلام کا بھلائی کے ساتھ تذکرہ کرتے ہوئے سنا ہے یہ سن کر آپ ﷺ خاموش رہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس دن جتنا مجھے اپنے اوپر آسمان سے پتھروں کے برسنے کا ڈر لگا اتنا مجھے کبھی نہیں لگا آخر حضور ﷺ نے فرما ہی دیا کہ سہل بن بیضا کو مستثنیٰ کیا جاتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ پھر اللہ تعالیٰ نے ما کان لنبی ان یکون لہ اسریٰ سے لے کر دو آیتیں نازل فرمائیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے مدرسہ رسول سے علوم قرآن کا درس لیا۔ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سب سے بڑے قاری اور قرآن کریم کے معانی کے سب سے بڑے رمز شناس اور شریعت الٰہی کے سب سے بڑے نکتہ داں تھے۔ ایک بار جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ میدان عرفات میں وقوف فرما ہوئے تھے ایک شخص نے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا:

”امیر المومنین! میں کوفہ سے آیا ہوں۔ میں نے وہاں ایک شخص کو دیکھا جو قرآن میں دیکھے بغیر زبانی اس کی املاء کراتا ہے۔“ یہ سن کر انھوں نے خشمگیں لہجے میں پوچھا:

”تیرا برا ہو کون ہے وہ شخص؟“

”عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔“ اس نے ڈرتے ہوئے کہا۔

یہ سن کر بتدریج ان کے غصے کا اثر زائل ہونے لگا۔ یہاں تک کہ وہ اپنی معمول کی حالت پر آ گئے۔ پھر انھوں نے فرمایا:

”بخدا میں نہیں جانتا کہ ان سے زیادہ کوئی دوسرا شخص بھی اس کا حق دار ہے۔ اس کے متعلق میں تم سے ایک واقعہ بیان کرتا ہوں:

Marfat.com

''ایک رات کا ذکر ہے رسول اللہ ﷺ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے یہاں تشریف فرما تھے۔ وہ دونوں حضرات مسلمانوں کے مسائل کے بارے میں بات چیت کر رہے تھے۔ اس مجلس میں میں بھی موجود تھا۔ پھر رسول اللہ ﷺ وہاں سے نکلے۔ ہم لوگ بھی آپ ﷺ کے ساتھ چلے۔ اچانک ہم نے دیکھا کہ کوئی شخص مسجد میں کھڑا نماز پڑھ رہا ہے۔ ہم اسے پہچان نہ سکے۔ رسول اللہ ﷺ تھوڑی دیر کھڑے ہو کر اس کی قرأت سنتے رہے پھر ہماری طرف مڑتے ہوئے بولے:

من سرّہ ان یقرأ القرآن رطبا کما نزل فلیقرأہ علی قراءۃ ابن ام عبد

''جو شخص قرآن کو اس طرح پڑھنا چاہے جیسا کہ وہ نازل ہوا ہے تو اسے چاہیے کہ ابن ام عبد رضی اللہ عنہ کی قرأت کے مطابق اسے پڑھے۔''

پھر جب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیٹھ کر دعا مانگنے لگے تو رسول اللہ ﷺ کہتے جاتے:

سل تعطہ' سل تعطہ (الحدیث)

''مانگو دیا جائے گا' مانگو دیا جائے گا۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے فرمایا: ''پھر میں نے اپنے دل میں کہا کہ بخدا میں صبح سویرے ان کے پاس جا کر ان کو رسول اللہ ﷺ کا ان کی دعا پر آمین کہنا، اس کی خوشخبری سناؤں گا اور جب سویرے ان کو خوشخبری دینے کے ارادے سے ان کے یہاں گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھ سے پہلے ان کو یہ خوشخبری دے چکے ہیں۔ خدا کی قسم میں نے جب بھی کسی خیر میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مسابقت کی کوشش کی' ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہمیشہ مجھے پیچھے چھوڑ دیا۔''

کتاب اللہ کے علم میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مقام اتنا بلند تھا کہ وہ خود فرماتے ہیں:

''قسم اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں' قرآن کریم کی جو آیت بھی نازل ہوئی اس کے بارے میں مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ وہ کہاں اور کس کے متعلق نازل ہوئی۔

Marfat.com

اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ اس کے متعلق کوئی شخص مجھ سے زیادہ علم رکھتا ہے اور اس کے پاس پہنچنا ممکن ہو تو میں وہاں پہنچ کر اس کے علم سے ضرور استفادہ کروں گا۔''

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے متعلق جو کچھ فرمایا۔ اس میں ذرہ برابر مبالغہ سے کام نہیں لیا ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ اپنے ایک سفر کے دوران ایک قافلے سے ملتے ہیں رات اندھیری ہے۔ اس نے پورے قافلے کو تاریکی کے پردے میں چھپا رکھا ہے۔ اس قافلے میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک شخص سے کہتے ہیں کہ پوچھو۔

''آپ لوگ کہاں سے آ رہے ہیں؟۔''

ابن مسعود رضی اللہ عنہ: ''فج عمیق سے۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ: ''اور کہاں کا ارادہ ہے۔''

ابن مسعود رضی اللہ عنہ: ''بیت عتیق کا۔''

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس قافلے میں کوئی صاحب علم ہے اور انھوں نے اپنے آدمی سے کہا پوچھو۔

''قرآن کا کون سا حصہ سب سے عظیم ہے؟''

ابن مسعود رضی اللہ عنہ:

اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ

''اللہ وہ زندہ جاوید ہستی ہے جو تمام کائنات کو سنبھالے ہوئے ہے۔ اس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے۔ وہ نہ سوتا ہے نہ اسے اونگھ لگتی ہے۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ: ''قرآن کا کون سا حصہ سب سے زیادہ محکم ہے؟''

ابن مسعود رضی اللہ عنہ:

اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی

Marfat.com

''اللہ تعالیٰ عدل واحسان اور رشتہ داروں سے صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ: ''قرآن کا کون سا ٹکڑا سب سے جامع ہے؟''

ابن مسعود رضی اللہ عنہ:

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَه ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَه

''پھر جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر بدی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ: ''قرآن کا کون سا حصہ سب سے زیادہ خوفناک ہے؟''

ابن مسعود رضی اللہ عنہ:

﴿لَيْسَ بِأَمَانِيِّكُمْ وَلَآ أَمَانِيِّ أَهْلِ الْكِتَابِ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ لا وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا

''انجام کار نہ تمہاری آرزوؤں پر موقوف ہے نہ اہل کتاب کی آرزوؤں پر جو بھی برائی کرے گا اس کا پھل پائے گا اور اللہ کے مقابلے میں اپنے لیے کوئی حامی ومددگار نہ پا سکے گا۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ: ''قرآن کا کون سا حصہ سب سے زیادہ امید افزا ہے؟''

ابن مسعود رضی اللہ عنہ:

﴿قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِيْنَ أَسْرَفُوْا عَلٰٓى أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا إِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝

''اے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! کہہ دو کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے۔ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ۔ یقیناً اللہ سارے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ وہ تو غفور ورحیم ہے۔''

Marfat.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ان سے پوچھو کہ ”کیا تم میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں؟“ تو قافلہ والوں نے جواب دیا کہ ”ہاں۔“

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ صرف عالم و قاری اور عابد و زاہد ہی نہیں تھے بلکہ وہ بڑے ہمتی، نہایت دور اندیش اور زبردست مجاہد اور میدان کارزار میں پیکر جرأت و شجاعت بھی تھے۔ وہ پہلے مسلمان ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے پہلے مشرکین کے مجمع میں با آواز بلند قرآن پڑھ کر سنایا۔

ایک روز مسلمان جب وہ قلیل التعداد اور کمزور تھے مکہ میں اکٹھے ہوئے اور آپس میں کہنے لگے۔ بخدا! ابھی تک قریش نے با آواز بلند کسی سے قرآن نہیں سنا۔ کون ہے جوان کو سنا دے؟ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا ”میں انہیں قرآن سناؤں گا۔“ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا ”آپ اس کے لیے مناسب نہیں ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ یہ کام کوئی ایسا شخص انجام دے جس کی پشت پر اس کے قبیلے کی طاقت ہو کہ اگر قریش اس کے ساتھ بری نیت سے پیش آئیں تو اس کا قبیلہ اس کی حمایت کے لیے اٹھ کھڑا ہو۔“ لیکن حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ”نہیں یہ کام مجھے ہی کرنے دو۔ اللہ تعالیٰ مجھے ان کے شر سے محفوظ رکھے گا اور ان کے مقابلے میں میری حمایت کرے گا۔“ پھر وہ چاشت کے وقت مسجد حرام میں داخل ہوئے اور مقام ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچ گئے۔ اس وقت سرداران قریش کعبہ کے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے مقام ابراہیم علیہ السلام پر کھڑے ہو کر بلند آواز سے قرآن کی تلاوت شروع کی:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ ط

اَلرَّحْمٰنُ ○ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ○ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ○ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ○

”اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔ نہایت مہربان، خدا نے اس قرآن کی تعلیم دی ہے۔ اسی نے انسان کو پیدا کیا اور اسے بولنا سکھایا۔“

Marfat.com

وہ کتابِ الٰہی کی آیات پڑھتے چلے گئے۔ آواز سن کر سردارانِ قریش ان کی طرف متوجہ ہوئے اور بولے:

''یہ ابن ام عبد رضی اللہ عنہ کیا پڑھ رہا ہے؟ .... ارے اس کا ناس ہو۔ یہ تو اسی پیغام کا کوئی حصہ پڑھ رہا ہے جس کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں۔'' یہ کہہ کر وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ تیزی سے ان کی طرف لپکے اور ان کے چہرے پر مارنے لگے لیکن انھوں نے تلاوت کا سلسلہ منقطع نہیں کیا۔ وہ برابر پڑھتے رہے اور وہیں جا کر رکے جہاں تک وہ پہنچنا چاہتے تھے۔ پھر وہ لوٹ کر اپنے ساتھیوں میں آئے۔ اس وقت ان کے جسم سے خون بہہ رہا تھا۔ لوگوں نے ان کو اس حالت میں دیکھ کر کہا ''آپ کے متعلق ہم کو اسی بات کا اندیشہ تھا۔'' یہ سن کر انھوں نے کہا:

''بخدا یہ دشمنان خدا آج سے پہلے میری نظر میں اتنے ذلیل و بے وقعت نہ تھے۔ اگر آپ لوگ چاہیں تو میں کل بھی ان کو اسی طرح قرآن سنا سکتا ہوں۔'' لیکن ساتھیوں نے کہا کہ ''نہیں، بس اتنا کافی ہے۔ تم نے ان کو وہ چیز سنا دی جس کا سننا انہیں گوارا نہیں ہے۔

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت تک زندہ رہے۔ جب وہ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ مزاج پرسی کے بعد انھوں نے دریافت کیا۔ ''آپ کو کس چیز کی شکایت ہے؟''

بولے۔ ''اپنے گناہوں کی۔'' پوچھا ''کیا خواہش ہے؟'' بولے ''اپنے رب کی رحمت کی۔''

پوچھا ''کیوں نہ آپ کے وظیفے کی ادائیگی کا حکم جاری کر دوں جس کو لینے سے آپ نے پچھلے کئی سالوں سے انکار کر دیا ہے؟'' بولے ''مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔'' کہنے لگے ''آپ کے بعد آپ کی بچیوں کے کام آئے گا۔''

Marfat.com

بولے ''کیا آپ کو میری بیٹیوں کے متعلق محتاجی کا اندیشہ ہے؟ میں نے انہیں ہر رات سورہ واقعہ پڑھنے کی ہدایت کردی ہے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ:

من قرأ الواقعة كلّ ليلة لم تصبه فاقة

''جو شخص ہر رات کو سورۂ واقعہ پڑھ لیا کرے گا وہ فقر و فاقہ سے دوچار نہ ہوگا۔

ابوالاحوص فرماتے ہیں کہ ایک روز ہم اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے چند احباب کے ساتھ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے مکان میں تھے، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ چلنے کے ارادے سے کھڑے ہوئے تو ابو مسعود نے ان کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد ان سے زیادہ کوئی شخص قرآن کا عالم ہے، ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کیوں نہیں یہ اس وقت بارگاہ رسول ﷺ میں حاضر رہتے تھے جب کہ ہم لوگ غائب ہوتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو اس دن سے بہت دوست رکھتا ہوں، جس دن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ چار آدمیوں سے قرآن حاصل کرو اور سب سے پہلے ابن ام عبد رضی اللہ عنہ کا نام لیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ، میں نے عرض کیا، میں آپ کو قرآن سناؤ حالانکہ قرآن خود آپ پر نازل ہوا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا میرا دل چاہتا ہے کہ میں دوسرے سے قرآن سنو، چنانچہ میں نے قرآن کی سورت نساء پڑھنی شروع کردی جب میں آیت نمبر ۴۱ پر پہنچا:

فكيف اذا جئنا من كل امة بشهيد وجئنا بك على هؤلاء شهيدا

تو میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا بس کرو۔

Marfat.com

رازدانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو رازدان رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہونے کا اعزاز بھی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حصے میں آیا۔ جب آپ بکریوں کی گلہ بانی سے نکل کر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں منتقل ہوئے تو آپ ہر وقت سفر میں، حضر میں، گھر کے اندر اور گھر سے باہر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ ساتھ رہتے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سو جاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بیدار کرنے کی سعادت، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم غسل کرتے تو آپ کے پردے کا انتظام کرنے کی سعادت، جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم باہر جانے کا ارادہ کرتے تو وہ آپ کو جوتے پہنانے کی سعادت، جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم گھر میں داخل ہوتے تو وہ جوتوں کو پاؤں مبارک سے نکالنے کی سعادت، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عصا اور مسواک کی حفاظت کرنے کی سعادت حاصل کرتے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کمرے میں داخل ہونے کا ارادہ فرماتے تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پہلے کمرے میں داخل ہوتے۔ الغرض یہ آپ رضی اللہ عنہ کا خاصہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ ان کے قرب و تعلق کا یہ حال تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انہیں ہر وقت اپنے گھر آنے اور اپنے تمام رازوں سے واقف رہنے کی اجازت دے رکھی تھی۔ اسی وجہ سے وہ "رازدان رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم" کہے جاتے تھے۔

حدیث اور محدثین کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنی بعثت انبیاء علیہم السلام کی تاریخ، امم سابقہ کو انبیاء علیہم السلام کے ذریعے سے آسمانی کتب ملنے کی تاریخ ہے اور اس امت کو بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے واسطہ سے قرآن ملا۔ قرآن و حدیث جمع ہوئے تو تعلیمات اسلامی کا آغاز ہو گیا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر پہلی وحی "اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ" (علق: ۱)
غارِ حراء میں آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کی خبر ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

Marfat.com

کو دی۔ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ کی اس خبر وحدیث کو ورقہ بن نوفل کے سامنے بیان کیا تو یہیں سے امت محمدیہ میں حدیث اور محدثین کا آغاز ہوا۔ امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری کا آغاز اسی باب:

''کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم''

سے کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا آغاز کیسے ہوا؟

یہ وحی کا پہلا دن تھا اور یہیں سے حدیث اور محدثین کا بھی آغاز ہوا۔ یہ بات بالکل صحیح اور تاریخی ہے کہ حدیث ومحدثین اور بعثت نبوی کی تاریخ ایک ہے۔

نبی کریم ﷺ نے اپنے آخری خطبہ میں روایت حدیث کی تاکید ''فیبلغ الشاھد الغائب'' کے الفاظ سے فرمائی۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جو رسول عربی ﷺ کے ایک ایک حکم پر اپنی جانوں کے نذرانے پیش کردیتے تھے، فرمان نبوی ﷺ کو سنتے ہی پوری محنت، خلوص، شوق محبت اور انتہائی احتیاط کے ساتھ اس علمِ نبوی کو دوسروں تک پہنچانا شروع کردیا۔ ان پاکیزہ شخصیات اور محتاط محدثین میں سے ایک شخصیت صاحب السواک والنعلین، خادم رسول، فقیہ الامت، قاری ومفسر قرآن محدث کبیر امام ربانی حضرت عبداللہ بن مسعود الھذلی المکی، المہاجر، البدری، الکوفی رضی اللہ عنہ کی ہے جن کا تذکرہ پیش خدمت ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قدیم الاسلام صحابی ہیں۔ بعض روایات کے مطابق چھٹے فرد ہیں جو حلقہ اسلام میں داخل ہوئے۔

(اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۶۷، الاصابہ ج ۲ ص ۱۱۲۳، سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۲۰۶)

ایک اور روایت کے مطابق آپ نے حضور ﷺ کے دار ارقم میں داخل ہونے سے پہلے اسلام قبول کرلیا تھا۔ (سیر اعلام النبلاء للذہبی ج ۳ ص ۲۰۷)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا سبب

امام ابن العماد الحنبلی ابن الاثیری جزری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر حضرات نے آپ کے

Marfat.com

اسلام لانے کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ آپ عقبہ بن معیط کی بکریاں چرایاں کرتے تھے۔ ایک دن آنحضرت ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے۔آپ بکریاں چرارہے تھے۔ جناب رسالت مآب ﷺ نے فرمایا: ''اے غلام! کیا تمہارے پاس دودھ والی بکری ہے؟'' عرض کیا: ''جی ہاں، لیکن مجھے اجازت نہیں۔ یہ بکریاں امانت ہیں۔'' نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کوئی ایسی بکری لے آؤ جو دودھ نہ دیتی ہو۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود ایسی بکری لے کر حاضر خدمت ہوئے۔آپ ﷺ نے اس کے شیردان پہ ہاتھ پھیرا اور دعا کی تو دودھ اتر آیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ایک (برتن نما) پتھر لائے، اس میں دودھ نکالا گیا۔آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دودھ پینے کا فرمایا، پھر خود پیا اور عبداللہ بن مسعود کو بھی پلایا۔عبداللہ بن مسعود آپ کا یہ معجزہ دیکھ کر بول پڑے کہ مجھے بھی یہ بات سکھا دیجئے۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سر کو مسلا اور فرمایا ''انك غلام معلم'' (تو ایسا نوجوان ہے جو سیکھنے کے لائق ہے۔)

قبول اسلام کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کلام اللہ اور کلام رسول اللہ کو ایسا سیکھا کہ امت کے امام بن گئے۔

خود فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ سے ستر سورتیں سیکھی ہیں رسول اللہ ﷺ کے بعد بلند آواز سے قرآن مجید پڑھنے والے سب سے پہلے شخص سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔ (اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۶۷، سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۲۰۸)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا حلیہ مبارک

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ چھوٹے قد، گندمی رنگ، باریک پنڈلیوں، کمزور اور لطیف جسم والے لیکن علم کے کوہ گراں تھے۔ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو پھل لانے کے لئے درخت پر چڑھنے کا حکم دیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ درخت پر چڑھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کی پنڈلیاں دیکھ کر ہنس پڑے۔تو رسول

Marfat.com

اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عبداللہ کی ٹانگ قیامت کے دن میزان میں احد پہاڑ سے زیادہ وزنی ہوں گی''۔ (مجمع الزوائد ج۹ ص ۷۳ حدیث: ۱۵۵۶۱ کتاب المناقب)

حضرت عبداللہ بن مسعود رسول اللہ ﷺ کی نظر میں

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''وما حدثکم ابن مسعود فصدقوہ''

کہ عبداللہ بن مسعود تمہیں جو بیان کریں اس کی تصدیق کرو۔

(جامع الترمذی ج ۲ ص ۲۲۰ مناقب عمار بن یاسر)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''تمسکوا بعھد ابن مسعود''

کہ عبداللہ بن مسعود کے پختہ عزم کو تھام لو۔

(جامع الترمذی ج ۲ ص ۱۰۷ مناقب عبداللہ بن مسعود)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اقرؤا القرآن من اربعۃ نفر من ابن ام عبد فبدأ بہ''۔

کہ قرآن چار آدمیوں سے پڑھو، ان چار میں سے پہلا نام حضرت عبداللہ بن مسعود کا لیا۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۹۳، جامع الترمذی ج ۲ ص ۱۰۷)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''من احب ان یقرأ القران غضا کما انزل فلیقرء علی قراءۃ ابن ام عبد''

کہ جس شخص کو پسند ہو کہ وہ قرآن اس لہجے میں پڑھے جس لہجے میں نازل ہوا تو وہ عبداللہ بن مسعود کی قرأت کے مطابق پڑھے۔

(مجمع الزوائد، حدیث ۱۵۵۵۶، مستدرک حاکم، حدیث: ۵۴۴۱)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

لو کنت مؤمرا احدا من غیر مشورۃ لامرت ابن ام عبد۔

اگر میں کسی کو بغیر مشورہ کے امیر بناتا تو عبداللہ بن مسعود کو بناتا۔

(جامع الترمذی ج ۲ ص ۲۰۱)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریبی اور پسندیدہ ساتھیوں میں سے تھے۔ آپ سفر و حضر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرما رکھا تھا کہ "تمہیں میرے گھر میں حاضر ہونے کے لئے اجازت طلب کرنے کی ضرورت نہیں۔ پردہ اٹھا کر اندر آجایا کرو اور ہماری باتیں سنا کرو،، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کچھ خاص خدمتیں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے متعلق تھیں۔ مثلاً جوتا مبارک اٹھانا، مسواک کو اپنے اپنے پاس رکھنا، آپؐ کے آگے چلنا، نہاتے وقت پردہ کرانا، خواب سے بیدار کرنا وغیرہ۔

(الاستیعاب)

ابتدائے اسلام میں جب اپنے اسلام کا اظہار نہایت مشکل تھا، آپ وہ پہلے مسلمان تھے۔ جنہوں نے بیت اللہ شریف کے پاس کھڑے ہو کر مستانہ وار سورۃ الرحمٰن کی باآواز بلند تلاوت کی اور کفار مکہ کا ظلم برداشت کیا۔ (ابن ہشام)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عادات و اطوار میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مشابہت رکھنے والا میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریبی اصحاب کی نظر میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ درجات کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب ہیں۔ (بخاری بتغیر الفاظ)

الاکمال فی اسماء الرجال میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میں اپنی امت کے واسطے وہ پسند کرتا ہوں جو ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس کے واسطے پسند کریں اور امت کے واسطے اس چیز کو ناپسند کرتا ہوں جسے ابن مسعود رضی اللہ عنہ ناپسند کریں،، اس فرمان عظمت نشان کو سامنے رکھتے ہوئے جب ہم دیکھتے ہیں تو ہمیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا سب سے

Marfat.com

پہلا اجتہاد جو نظر آتا ہے وہ خلافت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بارے میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان خوبصورت الفاظ میں اجتہاد کیا کہ ''ہم اپنے دنیاوی معاملات کے لئے اسی شخصیت کو پسند کرتے ہیں جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے دینی امور کے لئے پسند فرمایا ہے۔،، یعنی جس ہستی کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کی امانت کے لئے مقرر فرمایا ہے۔ اسی کو ہم خلافت کے لئے پسند کرتے ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدترین دشمن ابوجہل کی گردن کاٹنے کا شرف بھی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوا۔ دو ننھے بچے معاذ اور معوذ رضی اللہ عنہما نے جب اپنی تلواروں سے ابوجہل کو گھائل کر دیا تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا اس طرف سے گزر ہوا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس کارآمد تلوار نہ تھی۔ انہوں نے ابوجہل کی تلوار اٹھالی۔ ابوجہل کی نظر ان پر پڑی تو وہ ان کے ارادے کو بھانپ گیا۔ اس نے کہا: اے حقیر بھیڑیں چرانے والے! تو نے مشکل کام کو ہاتھ ڈالا ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کے ساتھ ہی اس کی گردن کاٹ دی اور اس کا سر اور تلوار دونوں کو لا کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں ڈال دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ تلوار آپ ہی کو عنایت فرمادی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ۲۰ ھ میں حضرت عمار بن یاسر اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کو کوفہ بھیجا اور اہل کوفہ کو لکھا: میں نے عمار بن یاسر کو امیر اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو معلم بنا کر تمہارے پاس بھیجا ہے۔ یہ دونوں ہستیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برگزیدہ اصحاب اور اصحاب بدر میں سے ہیں۔ تم ان دونوں کی پیروی اور اطاعت کرو اور ان کے ارشادات عالیہ کو دھیان سے سنو۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو تو میں نے اپنے نفس پر ایثار کر کے تمہارے پاس بھیجا ہے۔،،

شقیق ابو وائل بن ابی سلمہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام

Marfat.com

رضی اللہ عنہم کے حلقے میں بیٹھا ہوں۔ میں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بات سے انکار کرتے ہوئے کسی کو نہیں دیکھا اور نہ کسی صحابی نے آپ رضی اللہ عنہ کا رد کیا۔ یعنی آپ فقاہت کے اس مقام پر فائز تھے کہ آپ کی رائے کے سامنے کسی کو صحابی کو کبھی رائے پیش کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ (طبقات ابن سعد)

یہی وہ مناقب وفضائل ہیں جن کے پیش نظر امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی فقہ کے سلسلے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی پیروی کی ہے۔ آپ کے احوال مبارکہ ابن عبدالبر کی الاستیعاب، امام یافعی کی مرآۃ الجنان، ابن کثیر کی البدایہ والنہایہ ابن قیم کی اعلام الموقعین، ابن حجر کی الاصابہ اور صاحب مشکوٰۃ کی الاکمال میں ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں

چار شخصیات سے قرآن سیکھو

وقال استقرؤا القرآن من أربعة من عبد الله بن مسعود، وسالم مولى أبي حذيفة، وأبي بن كعب، ومعاذ بن جبل

اور آپ نے فرمایا کہ قرآن مجید چار آدمیوں سے سیکھو، عبداللہ بن مسعود، ابوحذیفہ کے مولیٰ سالم، ابی بن کعب اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم سے۔ (بخاری: ۳۷۶۰)

قرآن کریم چار آدمیوں سے سیکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ راوی کا بیان ہے کیا انہوں نے سب سے پہلے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا نام لیا اس کے بعد بقیہ تینوں حضرات کا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے نام کو پہلے ذکر کرنا ظاہر کرتا ہے کہ آپ باقی تینوں سے قرأتِ قرآن میں زیادہ فضیلت رکھتے تھے رہی چار حضرات کی تخصیص تو اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ چاروں باقی صحابہ کرام علیہم الرضوان سے حفظ، الفاظ کے ضبط اور ان کی ادائیگی میں نسبتاً زیادہ مہارت رکھتے تھے وگرنہ قرآن کریم کی تفسیر اور دوسرے پہلوؤں سے زیادہ آگاہی رکھنے والے صحابہ کرام موجود تھے۔ (عمدۃ القاری: ج۱۶، ص۳۳۹)

Marfat.com

میری دعا قبول ہوگئی

حضرت علقمہ سے مروی ہے کہ میں شام پہنچا تو سب سے پہلے میں نے دو رکعت نماز پڑھی اور یہ دعا کی کہ اے اللہ! مجھے کسی (نیک) ساتھی کی صحبت سے فیض یابی کی توفیق عطا فرما، چنانچہ میں نے دیکھا کہ ایک بزرگ آ رہے ہیں، جب وہ قریب آ گئے تو میں نے سوچا کہ شاید میری دعا قبول ہوگئی ہے۔ انہوں نے دریافت فرمایا: آپ کا وطن کہاں ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میں کوفہ کا رہنے والا ہوں، اس پر انہوں نے فرمایا: کیا تمہارے یہاں صاحب نعلین، صاحب وسادہ ومطہرہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نہیں ہیں؟ کیا تمہارے یہاں وہ صحابی نہیں ہیں جنہیں شیطان سے (اللہ کی) پناہ مل چکی ہے۔ (یعنی عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ) کیا تمہارے یہاں سربستہ رازوں کے جاننے والے نہیں ہیں کہ جنہیں ان کے سوا اور کوئی نہیں جانتا (پھر دریافت فرمایا) ابن ام عبد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آیت واللیل کی قرآت کس طرح کرتے ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ واللیل اذا یغشیٰ والنہار اذا تجلی والذکر والانثی آپ نے فرمایا کہ مجھے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی زبان مبارک سے اسی طرح سکھایا تھا۔ لیکن اب شام والے مجھے اس طرح قرآت کرنے سے ہٹانا چاہتے ہیں۔ (بخاری: ۳۷۶۱)

عادات واخلاق میں نبی کریم ﷺ کے سب سے زیادہ قریب

حضرت عبدالرحمٰن بن زید سے روایت ہے کہ ہم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ صحابہ میں نبی کریم ﷺ سے عادات واخلاق اور طور طریق میں سب سے زیادہ قریب کون سے صحابی تھے؟ تاکہ ہم ان سے سیکھیں، انہوں نے کہا اخلاق، طور وطریق اور سیرت وعادت میں ابن ام عبد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے زیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب اور کسی کو میں نہیں سمجھتا۔ (بخاری: ۳۷۶۲)

Marfat.com

خادم مصطفیٰ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

حضرت اسود بن یزید سے روایت ہے فرمایا کہ میں نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میں اور میرے بھائی یمن سے (مدینہ طیبہ) حاضر ہوئے اور ایک زمانے تک یہاں قیام کیا، ہم اس پورے عرصہ میں یہی سمجھتے رہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانے ہی کے ایک فرد ہیں، کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما اور ان کی والدہ کا (بکثرت) آنا جانا ہم خود دیکھا کرتے تھے۔ (بخاری: ۳۷۶۳)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی سیرت

حضرت تمیم بن حرام کہتے ہیں، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی صحبت میں بیٹھا ہوں۔ میں نے کسی کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے زیادہ دنیا سے بے رغبت اور ان سے بڑھ کر آخرت کی خواہش کرنے والا نہیں دیکھا۔

مجھے ہرگز پسند نہیں کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی شخص کی تربیت میں رہوں۔ رات کو جب لوگ آنکھیں بند کر کے سو جاتے، حضرت عبداللہ بن مسعود نوافل ادا کرنے کھڑے ہو جاتے۔ پست آواز میں تلاوت کرتے تو یوں محسوس ہوتا، ان کے گھر میں شہد کی مکھیاں بھنبھنا رہی ہیں۔ (مستدرک حاکم، رقم ۵۳۷۷)

نوافل پڑھنے کا یہ سلسلہ صبح تک جاری رہتا۔ زیادہ رونے کی وجہ سے ان کی آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے پڑ گئے تھے۔ موت کو یاد کرتے اور کہتے، آج میری تیاری نہیں، میرا دل چاہتا ہے، مروں تو دوبارہ نہ اٹھوں۔ فرمایا، جو آخرت کو مقصود بناتا ہے، دنیا خراب کر لیتا ہے اور جو دنیا کو مطمح نظر بنا لیتا ہے، اس کی آخرت برباد ہو جاتی ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ فرماتے لوگو! ہمیشہ رہنے والی آخرت کی خاطر دنیائے فانی کا نقصان برداشت کر لو۔ جو دنیا میں ریاکاری اور دکھاوا کرتا ہے، روز قیامت اللہ بھی اس سے ٹال

Marfat.com

مٹول کرے گا۔ جو دنیا کی شہرت حاصل کرنا چاہتا ہے، اللہ اس کی آخرت میں دنیا ہی کی رسوائیاں لکھ دیتا ہے۔ جو بلندیاں پانے کے لیے دوڑتا ہے، اللہ اسے پست کر دیتا ہے اور جو اللہ کی خشیت اختیار کرتا ہے، اللہ اسے بلند کر دیتا ہے۔ ایک بار یوں نصیحت کی، اللہ کی قسمت پر راضی ہو جاؤ تو مالدار ترین بن جاؤ گے، حرام کاموں سے بچو تو تقویٰ کی بلند ترین منزلیں پا لو گے، اپنے فرائض ادا کر لو تو سب سے بڑے عبادت گزار بن جاؤ گے۔ کہتے ہیں، مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا، دولت مندی ہو یا غربت۔ غربت میں صبر اور تونگری میں تواضع، دونوں اللہ کے حق ہیں جن کا دھیان رکھنا پڑتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں، ایک صاحب علم آدمی اپنی کی ہوئی کسی غلطی کی وجہ سے سیکھا ہوا علم بھی بھول جاتا ہے۔ علم حاصل کرو، جب یہ حاصل ہو جائے تو عمل پر جت جاؤ۔ علم زیادہ روایات جان لینے کا نام نہیں، یہ تو خشیت الٰہی ہے۔ وہ گھر (دل) جس میں کتاب اللہ کا کوئی علم نہیں، اصلاً اجاڑ اور بے آباد گھر ہے۔ حامل قرآن کی پہچان یہ ہے کہ جب لوگ سوئے ہوئے ہوں، وہ بیدار ہوتا ہے۔ سب کھا پی رہے ہوتے ہیں، وہ روزے سے ہوتا ہے، لوگ خوش باش ہوں، وہ غمگین ہوتا ہے۔ سب ٹھٹھا کر رہے ہوں، وہ گریہ کرتا ہے۔ لوگ مل جل کر باتیں کر رہے ہوتے ہیں، وہ خاموش ہوتا ہے۔ لوگ ڈینگیں مار رہے ہوتے ہیں، وہ عاجزی سے بیٹھا ہوتا ہے۔ شیطان سورۂ بقرہ کی تلاوت سنتے ہی گھر سے بھاگ نکلتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جمعرات کے دن لوگوں کو پند و نصیحت کرتے تھے۔ ایک شخص نے کہا، ابو عبد الرحمان! میرا دل چاہتا ہے، آپ ہمیں ہر روز وعظ و نصیحت کیا کریں۔ انھوں نے جواب دیا، ایسا کرنے سے مجھے ایک ہی شے روکتی ہے کہ میں تمھیں اکتانا نہیں چاہتا۔ میں موقع و محل دیکھ کر تمہیں نصیحت کرتا ہوں جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس خیال سے کہ ہم اکتا نہ جائیں، نصیحت کرنے میں وقت اور موقع کا لحاظ فرماتے تھے۔

(بخاری، رقم ۷۰)

Marfat.com

ایک دفعہ وعظ و نصیحت کرتے ہوئے انھوں نے فرمایا، اپنا دین کسی شخص کے ہاتھ میں نہ دے دینا۔ وہ ایمان لائے تو تم لے آؤ، وہ کفر کرے تو تم اس کے پیچھے کفر کا ارتکاب کرو۔ اگر پیروی ہی کرنی ہے تو دنیا سے چلے جانے والے کی کرو، کیونکہ زندہ آدمی کا کچھ پتا نہیں ہوتا، کب فتنے میں مبتلا ہو جائے۔ ایک موقع پر ارشاد کیا، اللہ سے ملاقات ہی مومن کی سب سے بڑی خوشی ہوتی ہے۔ جو اس راحت کو پانے کی واقعی آرزو کرتا ہے اسے یہ مل جاتی ہے۔ دلوں کی چبھن سے بچ کر رہو، جو شے دل کو کھٹکے وہ شے چھوڑ دو۔ روئے زمین پر زبان ہی ایسی شے ہے جسے لمبی قید ہونی چاہیے۔ ایک خطبے میں کہا، لوگو! تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے زیادہ نمازیں پڑھتے ہو، روزے رکھتے ہو اور ان سے بڑھ کر اجتہاد کرتے ہو پھر بھی وہ تم سے بہتر تھے۔ پوچھا، کیوں؟ بتایا، وہ دنیا سے بے پروا اور آخرت کی رغبت رکھنے والے تھے۔ ایک شخص نے وصیت کرنے کو کہا تو فرمایا، تم اپنے گھر ہی میں کشادگی پاؤ، اپنی زبان پر قابو رکھو اور اپنی غلطیوں پر گڑگڑاؤ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو تہ بند لٹکائے ہوئے دیکھا تو کہا، اپنا تہ بند اونچا کرو۔ اس نے کہا، ابن مسعود! اپنا تہ بند تو سنبھال لیں۔ کہا، میں تمھاری طرح نہیں، میری پنڈلیاں پتلی ہیں اور میرا رنگ گندمی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک یہ بات پہنچی تو اس شخص کو ایک ضرب لگائی اور کہا، کیا تو نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو جواب دیا؟

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے اہل علم کو معلوم ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اللہ کے بہت قریب اور کتاب اللہ کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک مجلس میں تشریف فرما تھے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آئے اور بیٹھنے لگے۔ اپنے چھوٹے قد کی وجہ سے وہ لوگوں میں چھپ گئے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان سے ہنسی مذاق کرنے لگے، واپس ہوئے، نظروں سے اوجھل ہوئے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، ابن مسعود رضی اللہ عنہ علم کی زنبیل (کُنیف) ہیں جو علوم و

Marfat.com

معارف سے لبریز ہے۔ یہ فقرہ آپ رضی اللہ عنہ نے تین بار کہا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کہنے کے بعد عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ لفظ کنیف سے ملقب ہو گئے، یہ لقب محدثین کے ہاں ان کے لیے خاص ہو گیا۔

یہ لقب خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں عطا کیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے قرآن پڑھا، سنت کا علم حاصل کیا، علم ہی پر اکتفا کر لیا اور یہی بہت ہے۔ (مستدرک حاکم، رقم ۵۲۹۲)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ خود بیان کرتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارکہ سے ستر سورتیں سیکھیں۔ (بخاری، رقم ۵۰۰۰)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان سے فرمایا، تو پڑھا ہوا بالک ہے۔ (مسند احمد: ۳۵۹۹)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سورۂ نساء (۴) سنانے کا حکم دیا۔ میں نے عرض کیا، کیا میں پڑھ کر سناؤں، حالانکہ قرآن تو آپ پر نازل ہوا ہے؟ فرمایا، میں دوسرے کے منہ سے سننا چاہتا ہوں۔ میں نے تلاوت شروع کی۔ جب آیت 'فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشھید و جئنا بك علی ھؤلاء شھیدا'، (۴۱) پر پہنچا تو آپ نے روک دیا، تب آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ (بخاری: ۴۵۸۲، مسلم: ۱۸۱۹)

حضرت علقمہ شام گئے تو ابوالدردا سے ان کی ملاقات ہوئی۔ انھوں نے پوچھا، کیا تمھارے ساتھ وہ صاحب (حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) نہیں رہتے جن پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جوتوں، بستر اور وضو کے پانی کی ذمہ داری تھی، جو راز دان رسالت تھے؟

(بخاری، رقم ۳۷۶۱)

حضرت مسروق کہتے ہیں، میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابہ کے ساتھ رہا ہوں۔ انھیں میں نے ایک ذخیرۂ آب کی مانند پایا ہے جو ایک شخص کو، دو افراد کو، دس آدمیوں کو،

Marfat.com

سو انسانوں کو حتیٰ کہ تمام اہل زمین کو سیراب کر سکتا ہے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایسا چشمہ ہی تھے۔ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے کسی نے وراثت کا مسئلہ دریافت کیا۔ انھوں نے بتا کر تصدیق کے لیے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا۔ ان کے فتویٰ میں غلطی نکل آئی تو کہا، جب تک علامہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ موجود ہیں، مجھ سے استفتا نہ کریں۔

(بخاری، رقم ٦٧٣٦)

شام کے لوگ مقداد بن اسود اور ابو الدردا کی سکھائی ہوئی قرأت کے مطابق قرآن پڑھتے، اہل عراق اس معاملہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پیرو تھے۔ یہ لوگ آپس میں ملتے تو اپنی اپنی قرأت کی فضیلت جتاتے، ان کے اختلافات سن کر نئے ایمان لانے والے تذبذب میں مبتلا ہو جاتے کہ کس قرأت کو اختیار کریں۔ ان حالات میں اندیشہ تھا کہ کوئی نیا فتنہ نہ جنم لے لے۔ اس لیے خلیفہ سوم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے قرآن مجید کا وہ نسخہ حاصل کیا جو پہلے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس رہا اور زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کو اس کی کتابت کرنے کا حکم دیا۔ انھوں نے اس کی نقلیں کروا کر شام، مصر، کوفہ، بصرہ، مکہ اور یمن بھجوا دیں، ملت اسلامیہ کو اس مصحف پر جمع ہونے اور دیگر قراءتوں والے مصاحف کو جلانے کا حکم دیا۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی ان کا مصحف لے کر تلف کر دیا گیا۔ اس موقع پر انھوں نے لوگوں سے خطاب کیا اور کہا، مجھے زید بن ثابت کی قرأت کو اختیار کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ اللہ کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک سے ستر سے زیادہ سورتیں حاصل کی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم جانتے ہیں، میں ان سب سے زیادہ کتاب اللہ کو جاننے والا ہوں، حالانکہ میں ان میں سے بہترین نہیں۔ (بخاری: ٥٠٠٠، مسلم: ٦٤١٤)

کسی نے اس بات میں مجھ سے اختلاف نہیں کیا۔ زید بن ثابت صاحب عز و شرف

Marfat.com

ہیں، تب ان کے سر پر دو چوٹیاں (یا ایک چوٹی) ہوتی تھیں اور وہ بچوں سے کھیلا کرتے تھے۔ قرآن مجید میں کوئی سورت، کوئی آیت ایسی نہیں جس کے بارے میں مجھے علم نہ ہو کہ کس کے بارے میں نازل ہوئی اور کب اتری۔ اگر مجھے علم ہو جاتا کہ کوئی مجھ سے بھی زیادہ قرآن جاننے والا ہے اور اونٹوں کی سواری مجھے اس تک پہنچا دے گی تو میں ضرور اس کے پاس جاتا۔ (بخاری: ۵۰۰۲، مسلم: ۶۴۱۵)

ایک رات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی اہم مسئلے پر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے گفتگو فرمائی۔ مسجد میں آئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی ساتھ مل گئے۔ آپ نے دیکھا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نماز میں کھڑے ہیں اور تواتر سے سورۂ نساء پڑھ رہے ہیں۔ آپ نے ان کی قرأت سنی اور ارشاد فرمایا، جسے بھلا لگتا ہے کہ قرآن ویسے ہی (سنے یا) پڑھے جیسے ابھی اترا تو ابن ام عبد (ابن مسعود رضی اللہ عنہ) کی قرأت (سنے یا اس) کے مطابق پڑھے۔ نماز کے بعد وہ استغفار کرنے اور دعا مانگنے لگے تو آپ نے فرمایا، مانگو، دیا جائے گا۔ انھوں نے دعا کی، اے اللہ! میں تم سے وہ ایمان مانگتا ہوں جو لازوال ہو، ایسی نعمتیں جو برباد نہ ہوں، آنکھوں کی ٹھنڈک جو ختم نہ ہو اور جنت خلد کے اعلیٰ درجوں میں تیرے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت چاہتا ہوں۔ اس بات پر حضرت عمر حضرت عبداللہ کو بشارت دینے آئے تو دیکھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان سے پہلے ان کی طرف جا رہے ہیں تو ان سے کہا، آپ نیکی کی طرف خوب لپکتے ہیں۔ (مستدرک حاکم، رقم ۵۳۸۶)

حضرت حذیفہ کی روایت ہے، آپ نے فرمایا، میرے بعد حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی پیروی کرنا، عمار بن یاسر کے طریقے پر چلنا اور ابن ام عبد رضی اللہ عنہ کے عہد کو تھامے رکھنا۔

(ترمذی، رقم ۳۶۶۲)

حضرت عبداللہ بن عباس نے ابوظبیان سے سوال کیا، دو قرأتوں میں ہم کس کو اختیار کریں؟ انھوں نے جواب دیا، پہلی قرأت ابن ام عبد کی ہے۔ ابن عباس نے تائید کی،

Marfat.com

ہاں! دوسری قرأت بھی یہی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال ایک بار جبرئیل علیہ السلام کو قرآن پڑھ کر سناتے، جس سال آپ کی وفات ہوئی، آپ نے دو مرتبہ قرآن سنایا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس موقع پر موجود تھے، انھیں علم تھا، کیا منسوخ ہوا، کیا تبدیل ہوا۔ حج کے موقع پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ عرفات میں تھے کہ ایک آدمی نے بتایا، میں کوفہ سے آیا ہوں۔ وہاں ایک شخص قرآن پاک زبانی املا کراتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سخت غصہ آیا، بے قابو ہونے لگے۔ پھر پوچھا، وہ کون ہے؟ جواب ملا، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ دفعۃً ان کا غصہ جاتا رہا۔ پرسکون ہو کر بولے، میرے علم میں ان کے علاوہ کوئی شخص ایسا نہیں جسے یہ حق حاصل ہو۔ ابو عبدالرحمن سلمیٰ، عبید بن نضلہ اور چند دوسرے قراء نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے قراءت روایت کی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی غزوہ بدر میں شرکت

حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت ایک مقدس اور پاکیزہ جماعت ہے، محسن انسانیت ﷺ کی بابرکت صحبت سے اللہ رب العزت نے ان نفوسِ قدسیہ کو انسانی شرافت کا اعلیٰ نمونہ بنایا، یہی وجہ ہے کہ ہر صحابی رضی اللہ عنہ کی زندگی چلتا پھرتا اسلام ہے، اللہ رب العزت نے ان فداکاروں کو ہدایت یافتہ ہونے کی سند عطا فرمائی، قرآن کریم نے ان کی زندگی اور ان کے افکار و نظریات میں انقلاب پیدا کر کے ان کی زندگی کا رخ مقصدِ اصلی کی طرف پھیر دیا، ہر ایک کے دل میں بس ایک ہی لگن تھی، اعلاء کلمۃ اللہ، دعوت حق اور تبلیغ اسلام ہو جائے وہ ذاتی اغراض اور نفسانی خواہشات پر شرعی احکام اور اسلامی مقاصد کو غالب رکھتے تھے، جنت اور مغفرت کی طلب اور آرزو نے ان کو اللہ اور رسول سے اتنا قریب کر دیا تھا کہ ان کو دنیا والوں کی خوشی اور ناخوشی کی کوئی پرواہ نہ تھی ، ان کی مقدس زندگی کا اگر مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ جب بھی باطل پرستوں نے عظمت اسلام کو للکارا، آفتاب رسالت ﷺ کو بجھانے کی کوشش کی اور قصرِ دین وملت پر

Marfat.com

یلغار کی تو اصحاب رسول دشمنوں پر قہر وغضب بن کر ٹوٹے، شیر و ببر بن کر جھپٹے اور راہ حق میں آنے والی تمام رکاوٹوں کو ٹھوکروں میں اڑا دیا، باطل کے سیلِ رواں کے سامنے سدِ سکندری بن گئے، طاغوتی طاقتوں کے سامنے سینہ سپر ہو گئے، قصر اسلام کی حفاظت کی اور پرچمِ توحید بلند رکھا، حد تو یہ ہے کہ توحید کے پرستاروں اور شمع رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پروانوں نے توحید و رسالت کے سامنے رشتۂ اخوت و ابوت تک کو قربان کر دیا، خونی رشتوں تک کی پرواہ نہ کی جیسا کہ اسلامی تاریخ سے واضح ہے، اسی کے ساتھ جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسلام کی سب سے پہلی معرکۃ الآراء اور حق و باطل کے درمیان امتیاز کر دینے والی لڑائی غزوہ بدر کبریٰ میں شرکت کی ان کو دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر حد درجہ فضیلت حاصل ہے، قرآن و حدیث نے ان کی فضیلت اور کارناموں کو نمایاں انداز میں بیان کیا ہے۔

غزوۂ بدر

اسلام کے غزوات میں غزوہ بدر سب سے پہلا اور کفر و شرک میں امتیاز پیدا کرنے والا غزوہ ہے؛ اس لئے کہ اسلام کی عزت و شوکت کی ابتداء اور کفر شرک کی ذلت و رسوائی کی ابتداء اسی غزوہ سے ہوئی، اس لئے اس میں شریک ہونے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی احادیث میں بڑی فضیلت آئی ہے۔

یہ غزوہ رمضان ۲ ھ میں پیش آیا، اس غزوہ میں اسلام کو ظاہری اور مادی اسباب کے بغیر اللہ کی رحمت اور تائید غیبی سے فتح و کامیابی حاصل ہوئی، اس سے کفر شرک پر کاری ضرب لگی، اسی وجہ سے حق تعالیٰ نے اس دن کو قرآن کریم میں یوم الفرقان فرمایا، بدر ایک کنویں کا نام ہے جو بدر بن حارث یا بدر بن کمدہ نے بنایا، اس لئے اس کے قرب و جوار کے میدان کو بھی بدر کہتے ہیں، یہ مقام مدینہ سے مکہ کے راستے میں تقریباً اسی میل پر واقع ہے۔

Marfat.com

غزوۂ بدر کے اسباب

کفار مکہ کو حضور ﷺ اور مسلمانوں کا مکہ سے صاف نکل جانا اور مدینہ میں شان وشوکت اور عظمت کے ساتھ رہنا اور فدا کاران اسلام میں روز افزوں ترقی ہونا بہت ناگوار اور کانٹے کی طرح کھٹکتا تھا، وہ مدینہ کے حکمرانوں اور بااثر لوگوں کو ترغیب دے رہے تھے کہ مدینہ میں تارکین وطن کو پناہ نہ دی جائے، انہوں نے مدینہ کے منافقین اور یہود سے ساز باز شروع کر دیا تھا اور قریش کے چھوٹے چھوٹے جتھے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے ارادہ سے مدینہ کے قریب اکثر گشت لگا رہے تھے، کرز بن جابر فہری مدینہ کی چراگاہوں پر لوٹ مار کرتا رہتا تھا، ان حالات کے بعد اللہ تعالیٰ نے اب مسلمانوں کو بھی مقابلہ کی اجازت دی تب مسلمانوں نے اس چھیڑ چھاڑ کا جواب دینا شروع کیا، اہل مکہ کی تجارت کا سلسلہ شام سے وابستہ تھا اور مدینہ کے علاقہ سے یہ راستہ گزرتا تھا، مسلمانوں نے اس میں رکاوٹ پیدا کرنی شروع کر دی؛ تاکہ اہل مکہ کی مالی قوت پر اثر پڑے جس کے بل بوتے پر وہ مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کی فکریں کرتے رہتے ہیں، نیز اس تجارت کے حیلہ سے منافقین اور یہود مدینہ سے ساز باز کا جو موقع ہاتھ آجاتا تھا اس کا بھی خاتمہ کر دیا جائے۔

قریش نے دیکھا کہ اب مسلمان بھی خاموش رہتے نظر نہیں آتے اور ہماری دسیسہ کاریوں کا جواب ملنے لگا ہے تو بڑے غور وخوض کے بعد ایک فیصلہ کن جنگ کے لئے خفیہ تدابیر شروع کر دیں؛

مگر جنگ کے لئے کثیر سرمایہ کی ضرورت تھی؛ اس لئے شام کی تجارت کے موسم میں ابوسفیان کی سرکردگی میں ایک تجارتی قافلہ بھیجا گیا، تمام مردوں اور عورتوں نے اپنا اپنا سرمایہ اس قافلہ کے حوالہ کر دیا، تاکہ منافع کی رقم جنگ کے سامان پر خرچ کی جاسکے۔

حملہ کی تیاری

ابوسفیان جب اپنے رفیقوں کے ساتھ شام سے مکہ واپس ہونے لگا تو رسول

Marfat.com

اللہ ﷺ نے حالات وواقعات پر نظر رکھتے ہوئے اس قافلہ پر قبضہ کرنا ضروری سمجھا، جلد سے جلد جو اشخاص تیار ہو سکے ان کو لے کر روانہ ہوئے، یہ تین سو تیرہ تھے اور ساز وسامان کا حال یہ تھا کہ صرف دو گھوڑے اور ستر اونٹ تھے اور معمولی اسلحہ، چند آدمیوں کے علاوہ کسی کے پاس زرہ بھی نہ تھی۔

ابوسفیان کا حزم واحتیاط

ابوسفیان کو جب اس بات کا علم ہوا تو ضمیم بن عمر غفاری کو اجرت دے کر مکہ دوڑایا کہ جا کر قریش کو اطلاع دے، جب قریش کو معلوم ہوا تو تمام اہل مکہ میں ہل چل پڑ گئی؛ چونکہ قریش کی اپنی پوری پونجی اس قافلہ کی تجارت میں لگی ہوئی تھی، ابولہب کے سوا کوئی شخص مکہ میں نہیں ٹھہرا، اس نے بھی اپنی جگہ عاص ابن ہشام کو روانہ کیا، پورے جوش اور ساز وسامان کے ساتھ ایک ہزار جنگ جو جن میں سو گھوڑے سوار، پیادہ فوج میں چھ سو زرہ پوش بے شمار اونٹ اور بے شمار اسلحہ کے ساتھ ابوجہل کی سرداری میں نکلے۔

ابوسفیان نے حالات کا اندازہ کر کے قافلہ کا رخ بدل دیا اور ساحل کے راستہ سے صحیح سالم نکل گیا اور قریش کو یہ پیغام بھیجا کہ تم لوگ صرف قافلہ کے آدمیوں کو اور اپنے اموال کو بچانے کے لئے آئے تھے، اللہ نے سب کو بچا لیا ہے، لہٰذا تم سب مکہ واپس ہو جاؤ، ابوجہل نے کہا جب تک ہم بدر پہنچ کر تین دن تک کھا پی کر اور گا بجا کر خوب مزے نہ اڑا لیں اس وقت تک ہرگز واپس نہ ہوں گے۔

نبی کریم ﷺ کا صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ

جب اسلامی لشکر ردحا پہنچا تو مخبر نے اطلاع دی کہ مکہ سے زبردست لشکر مسلمانوں سے جنگ کی غرض سے آ رہا ہے، رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں سے مشورہ فرمایا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پورے جوش وخروش کے ساتھ جنگ میں حصہ لینے پر آمادگی ظاہر فرمائی۔ اس طرح مسلمانوں کے تین سو تیرہ مجاہدین کا بے سروسامان لشکر اور دوسری طرف کفار مکہ کا

Marfat.com

ایک ہزار پر شوکت لشکر بدر پہنچا۔

اللہ کی مدد اور جنگ

دونوں لشکروں میں جنگ ہوئی اللہ کی غیبی مدد ہوئی، کفار کا لشکر جنگ میں درہم برہم ہو کر شکست کھا گیا، ابوجہل اور مکہ کے بڑے بڑے سردار ہلاک ہو گئے، جس سے مکہ والوں کی طاقت ہمیشہ کے لئے کھوکھلی ہو گئی، رسول اللہ ﷺ نے اللہ کا شکر ادا کیا اور زبان مبارک سے فرمایا: الحمد للہ الذی اعز الاسلام و اھلہ۔ حمد ہے اس ذات پاک کی جس نے اسلام کو اور اہل اسلام کو عزت بخشی۔

بعض روایات میں ہے کہ سجدہ شکر بھی ادا کیا اور ابن ماجہ میں ہے کہ آپ ﷺ نے شکریہ میں دوگانہ پڑھا، اس جنگ میں ستر اہل مکہ ہلاک ہوئے اور اتنی ہی تعداد میں زخمی اور قید ہوئے، کفار کے مقتولین کی لاشیں رسول اللہ ﷺ کے حکم سے بدر کے کنویں میں ڈال دی گئیں، امیہ کی لاش پھول کر بہت بھاری ہو گئی تھی اس لئے قتل گاہ ہی میں چھپا دیا گیا، ابو لہب شریک جنگ نہ تھا، جب اس کو اس شکست کی اطلاع ہوئی تو غم کی وجہ سے مکان میں چلا گیا اور اپنے غصہ میں گھل کر یا کسی طاعونی بیماری میں مبتلا ہو کر گھر ہی میں مر گیا، مسلمانوں میں چودہ شہید ہوئے، چھ مہاجرین اور آٹھ انصار، جو کفار قید ہوئے انہیں فدیہ دے کر چھوڑ دیا گیا، فدیہ کی مقدار حیثیت کے مطابق ایک ہزار درہم سے چار ہزار درہم تک تھی، جو نادار تھے اور فدیہ نہیں دے سکتے تھے، وہ بلا کسی معاوضہ اور فدیہ آزاد کر دئے گئے، جو لکھنا جانتے تھے انہیں دس دس بچوں کو لکھنا سکھا دینے پر آزاد کر دیا گیا، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اسی طرح لکھنا سیکھا۔

اہل بدر کی تعداد

بدری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد میں روایتیں مختلف ہیں، مشہور یہ ہے کہ تین سو تیرہ تھے، تعداد میں اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ اس بارے میں محدثین کے اقوال مختلف ہیں،

Marfat.com

حافظ ابن سید الناس رحمۃ اللہ علیہ نے عیون الاثر میں تمام اقوال کو جمع کر دیا اور ۳۶۳ نام شمار کرائے، حضرت جعفر بن حسن بن عبدالکریم برزنجی رحمۃ اللہ علیہ نے اصحاب بدر رضی اللہ عنہم کے اسماء مبارکہ اوران کے فضائل وفوائد پر مشتمل ایک کتاب لکھی جس کا نام ہے ''بجالیة الکرب باصحاب سید العجم والعرب'' اس کتاب میں برزنجی رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد کتابوں کے حوالہ سے اصحاب بدر رضی اللہ عنہم کو ۳۶۳ کی تعداد میں ذکر کیا، تاکہ کسی قول کی بناء پر کوئی نام نہ رہ جائے، احتیاطاً سب کا ذکر کردیا؛ مگراس کا مطلب یہ نہیں کہ بدری صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعداد تین سو تریسٹھ ہے، بلکہ انہوں نے وضاحت کردی کہ اس سلسلہ میں راجح قول یہی ہے کہ اصحاب بدر رضی اللہ عنہم تین سو تیرہ ہیں جیسا کہ صاحب استیعاب نے ۳۱۳ کی تعداد ہی بیان کی ہے۔

مسند احمد، مسند بزار اور معجم طبرانی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ اہل بدر تین سو تیرہ تھے، حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بدر کے لئے روانہ ہوئے تو کچھ دور چل کر اصحاب رضی اللہ عنہم کو شمار کرنے کا حکم دیا، جب شمار کئے گئے تو تین سو چودہ تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا پھر شمار کرو، دوبارہ شمار کرہی رہے تھے کہ دور سے دبلے اونٹ پر ایک شخص سوار نظر آیا، اس کو شامل کرکے تین سو پندرہ ہوئے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بدر کے ارادہ سے روانہ ہوئے تو تین سو پندرہ آدمی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے۔

یہ تین روایتیں ہیں، لیکن حقیقت میں سب متحد ومتفق ہیں، اس لئے کہ اگر اس آخری شخص اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی شمار کیا جائے تو تین سو پندرہ تھے، اگر اس آخری شخص اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اصحاب رضی اللہ عنہم کے ساتھ شمار نہ کیا جائے تو پھر یہ تعداد تین سو تیرہ ہے، اس سفر میں کچھ صغیر السن بچے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے، جیسے: ۱۔حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ۔ ۲۔حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ۔ ۳۔حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ۴۔حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، مگران کو قتال کی اجازت نہ تھی، اگران کمسن بچوں کو بھی بدریین میں شمار کرلیا

Marfat.com

جائے تو پھر تعداد تین سوانیس ہو جاتی ہے، جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اہل بدر تین سوانیس تھے۔

آٹھ آدمی ایسے تھے جو اس غزوہ میں کسی وجہ سے شریک نہ ہو سکے، لیکن اہل بدر میں شمار کئے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مال غنیمت میں سے ان کو بھی حصہ عطا فرمایا، وہ آٹھ صحابہ رضی اللہ عنہم یہ ہیں۔

ا۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی علالت کی وجہ سے مدینہ منورہ چھوڑ گئے تھے۔

۲۔۳۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش کے قافلہ کے تجسس کے لئے بھیجا تھا۔

۴۔ حضرت ابولبابہ انصاری رضی اللہ عنہ ان کو روماء سے مدینہ منورہ پر اپنا قائم مقام بنا کر واپس فرمایا۔

۵۔ حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ کو عوالی مدینہ پر مقرر فرمایا۔

۶۔ حضرت حارث رضی اللہ عنہ بن حاطب بن عمرو بن عوف کی طرف سے آپ کو کوئی خبر پہنچی تھی اس لئے آپ نے حضرت حارث بن حاطب کو بنی عمرو کی طرف واپس بھیجا۔

۷۔ حضرت حارث بن صمہ رضی اللہ عنہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چوٹ آجانے کی وجہ سے مقام روحا سے واپس فرمادیا تھا۔

۸۔ حضرت خوات رضی اللہ عنہ بن جبیر پنڈلی میں چوٹ آجانے کی وجہ سے مقام صفراء سے واپس کردئے گئے تھے۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ مستدرک حاکم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کا بھی حصہ لگایا، جو اس وقت حبشہ میں تھے اور کہا جاتا ہے کہ حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ یعنی سھل رضی اللہ عنہ کے والد نے راستہ میں انتقال فرمایا اور صبیح مولی احیحہ بیماری کی

Marfat.com

وجہ سے واپس ہوئے۔

بدری فرشتے

اس جنگ میں کفار و مشرکین کی امداد کے لئے ابلیس لعین اپنا لشکر لے کر حاضر ہوا تھا، اس لئے حق تعالیٰ شانہ نے مسلمانوں کی مدد کے لئے حضرت جبرئیل، میکائیل اور اسرافیل علیہم السلام کی سرکردگی میں آسمان سے فرشتوں کا لشکر نازل فرمایا جو ایک ہزار، پھر تین ہزار، پھر پانچ ہزار تھے۔

شیطان سراقہ بن مالک کی شکل میں اور اس کا لشکر بنو مدلج کے مردوں کی شکل میں ظاہر ہوا، اسی وجہ سے فرشتے بھی مردوں کی شکل میں نمودار ہوئے، یہ اگرچہ صورۃ انسان تھے، مگر فرشتے تھے، جنگ بدر میں فرشتوں کا مسلمانوں کی مدد کے لئے آسمان سے نازل ہونا اور ان کا جہاد میں شریک ہونا آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے، لیکن روایات میں صرف تین فرشتوں کے نام معلوم ہوتے ہیں۔

۱۔حضرت جبرئیل علیہ السلام۔ ۲۔حضرت میکائیل علیہ السلام۔ ۳۔حضرت اسرافیل علیہ السلام۔

شہدائے بدر

معرکہ بدر میں ۱۴ اصحاب رضی اللہ عنہم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید ہوئے، ان میں چھ مہاجرین اور آٹھ انصار تھے۔

حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ

یہ قبیلہ قریش کے مطلبی شاخ سے تعلق رکھتے تھے، کنیت ابوالحارث اور لقب شیخ المہاجرین ملا تھا، خاندان عبدالمطلب میں سے آپ کو قدیم الاسلام ہونے کا شرف حاصل ہوا تھا، آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دار التبلیغ دار ارقم کے افتتاح کرنے سے پہلے ہی دولت اسلام سے فیضیاب ہو چکے تھے، عمر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دس سال بڑے تھے، جب ہجرت کا حکم ملا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بھائیوں طفیل، حصین اور مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ

Marfat.com

مدینہ منورہ پہنچے اور عبداللہ بن سلمہ عجلانی کے ہاں قیام کیا، نبی کریم ﷺ کے یہاں حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کی بڑی قدر و منزلت تھی، غزوہ بدر میں جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی جانیں ناموس رسالت پر نچھاور کیں ان میں حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ بن الحارث نے سب سے پہلی اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے شہادت کا بلند مرتبہ حاصل کیا، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نگاہ میں سر خرو ہو گئے۔

آپ کو مقام صفراء میں دفن کیا گیا، آپ کی شہادت کے کچھ عرصہ بعد مسلمانوں کا ایک قافلہ اس مقام پر خیمہ زن ہوا تو ساری وادی مشک خالص کی خوشبو سے معطر تھی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ اس مقام پر مشک کی خوشبو کہاں سے آرہی ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہیں معلوم نہیں کہ میرے عبیدہ رضی اللہ عنہ بن الحارث کی قبر ہے۔

حضرت عمیر ذوالشمالین رضی اللہ عنہ

آپ کا اسم گرامی عمیر رضی اللہ عنہ اور لقب ذوالشمالین تھا، اس لقب کی وجہ یہ تھی کہ آپ دونوں ہاتھوں سے بیک وقت کام کرتے تھے، آپ کے والد عبد عمرو بن فضلہ قبیلہ خزاعہ سے تعلق رکھتے تھے، اپنا قبیلہ چھوڑ کر مکہ مکرمہ آگئے تھے اور عبدالحارث بن زہرہ کے حلیف تھے، عبدالحارث نے اپنی بیٹی نعمی کی شادی عبد عمر سے کی، اسی نعمی کے بطن سے حضرت عمیر ذوالشمالین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے آپ مہاجرین بنوزہرہ میں سے تھے، جنگ بدر میں ابواسامہ جشمی کے ہاتھوں جام شہادت نوش کیا، رضی اللہ عنہ۔

حضرت صفوان بن وہب رضی اللہ عنہ

آپ بنی حارث سے تھے، والد کا نام بیضاء تھا، کنیت ابوعمرو، جلیل القدر بدری شہداء میں شمار ہوتے ہیں، آپ رضی اللہ عنہ بنوعدی کے ہاتھوں میدان بدر میں شہید ہوئے۔

حضرت عاقل رضی اللہ عنہ

آپ مدینہ پاک میں بنوعدی کے حلیف تھے، سابقون الاولون میں شمار ہوتے ہیں،

Marfat.com

دار ارقم میں دولت اسلام سے مشرف ہوئے، اگرچہ آپ کے دوسرے بھائی عامر، الیاس اور خالد بھی معرکہ بدر میں شریک ہوئے، مگر شہادت صرف آپ ہی کو نصیب ہوئی، دور جاہلیت میں آپ کو غافل نام سے یاد کیا جاتا تھا، جب رسول اللہ ﷺ کی صحبت سے فیض یاب ہونے لگے تو آپ ﷺ نے ان کا نام غافل سے عاقل رکھ دیا۔

حضرت عمیر رضی اللہ عنہ

والد کا نام مالک بن اہیب تھا، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فاتح قادسیہ کے چھوٹے بھائی تھے، جنگ بدر میں آپ رضی اللہ عنہ عمرو بن ودّ کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

حضرت مہجع بن صالح رضی اللہ عنہ

یمن کے رہنے والے تھے عرب قزاقوں نے آپ کو گرفتار کیا اور مکہ میں لے آئے تھے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ کو خرید کر آزاد کر دیا، آپ رضی اللہ عنہ "سابقون الاولون" میں شمار ہوتے ہیں، بنی عدی کے ساتھ ہجرت کی، آپ حضرت نبی کریم ﷺ کی مجلس کے ان غرباء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تعلق رکھتے تھے، جن کے بارے میں قرآن پاک کی آیات نازل ہوئیں، حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کی غربت پر رشک کرتے، نبی کریم ﷺ کی نگاہ خاص کا مرکز تھے، حضرت مہجع رضی اللہ عنہ معرکہ بدر میں ایک کافر عمرو بن حضرمی کے تیر سے زخمی ہوئے، جب رسول اللہ ﷺ کو آپ کی شہادت کی اطلاع ہوئی تو بے اختیار فرمایا، آج مہجع سید الشہداء ہیں۔

حضرت سعد بن خثیمہ انصاری رضی اللہ عنہ

آپ قبیلہ اوس سے تعلق رکھتے تھے، آپ رضی اللہ عنہ ان بارہ مدنی بزرگوں میں شامل تھے جو بیعت عقبہ میں شریک ہوئے اور جن کی جرأت ایمانی نے مکہ کے مظلوم مسلمانوں کو حوصلہ بخشا تھا، آپ عمرو بن ودّ یا طعیمہ بن عدی کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

Marfat.com

حضرت بشر انصاری رضی اللہ عنہ

آپ رضی اللہ عنہ انصار کے قبیلہ اوس سے تعلق رکھتے تھے والد کا اسم گرامی عبد المنذر تھا اپنے بھائی ابولبابہ کے ساتھ شریک بدر ہوئے، ابوثور کے ہاتھوں جام شہادت نوش کیا۔

حضرت عمیر بن حمام رضی اللہ عنہ

عمیر بن الحمام انصاری رضی اللہ عنہ قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے تھے، مدینہ منورہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کا رشتۂ مواخات حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ سے قائم کیا تھا، یہ دونوں بھائی میدان بدر میں شہید ہوئے، میدان بدر میں جب جنگ زوروں پر تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا آج کافروں سے لڑتے لڑتے جو بھی شہید ہوگا اللہ کی جنت اس کا استقبال کرے گی، حضرت عمیر رضی اللہ عنہ اس وقت کھجوریں کھارہے تھے، واہ واہ (بخ بخ) کہتے ہوئے اٹھے کھجوریں زمین پر پھینک دیں اور فرمایا، آج میرے اور جنت کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں ہوسکتی، آگے بڑھے اور تلوار لہراتے ہوئے کفار پر ٹوٹ پڑے اور خالد بن الاعلم کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

حضرت یزید بن حارث رضی اللہ عنہ

آپ رضی اللہ عنہ قبیلہ نجار سے تعلق رکھتے تھے اور رشتہ مواخات میں ذوالشمالین رضی اللہ عنہ سے وابستہ تھے دونوں ہی میدان بدر میں شہادت کے اعزاز سے سرفراز ہوئے، آپ کو طعیمہ بن عدی یا نوفل بن معاویہ نے شہید کیا۔

حضرت رافع رضی اللہ عنہ

آپ رضی اللہ عنہ کے والد کا نام معلیٰ تھا، قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے تھے، معرکہ بدر میں عکرمہ بن ابی جہل کے ہاتھوں شہید ہوئے

حضرت حارث یا حارثہ رضی اللہ عنہ

حارثہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ انصار کے قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے تھے، والدہ کا نام ربیع النضر

Marfat.com

تھا، یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی پھوپی تھیں، حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ باقاعدہ جنگ کرنے کے لئے میدان بدر نہیں گئے تھے؛ بلکہ ایک مبصر کی حیثیت سے شریک ہوئے تھے، لیکن حبان عرقہ کے ہاتھوں شہید ہوئے، علامہ ابن حجر عسقلانی اور طبرانی نے آپ کو شہداء بدر میں شمار کیا ہے مگر واقدی لکھتے ہیں کہ حضرت حارثہ میدان بدر میں حوض کے کنارے پانی پی رہے تھے کہ اچانک ایک تیر آپ کے حلق میں لگا جو آپ کی شہادت کا سبب بنا، ان کی شہادت کی خبر ان کی والدہ کو مدینہ منورہ پہونچی تو آپ نے قسم کھائی کہ، جب تک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بخیر و عافیت مدینہ منورہ نہیں آجاتے اور مجھے اپنی زبان مبارک سے میرے بیٹے کی خبر نہیں سناتے، میں اس کے لئے نہ روؤں گی نہ ہی گریہ کروں گی۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بدر سے واپس شریف لائے تو حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ کی والدہ خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئیں اور کہنے لگیں یا رسول اللہ، حارثہ کی شہادت سے مجھے جو صدمہ ہوا ہے وہ آپ جانتے ہیں، مگر میں نے فیصلہ کیا تھا جب تک یہ خبر آپ سے نہ سن لوں کسی قسم کا گریہ وزاری نہیں کرونگی، اگر وہ جنت کا حقدار ہے تو مجھے گریہ وزاری کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، بصورت دیگر اتنا روؤں گی کہ زمین و آسمان تھرا اٹھیں گے، غمزدہ ماں کی بات جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنی تو فرمایا تم کیوں غمزدہ ہوتی ہو وہ تو جنت الفردوس میں شاداں و فرحاں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے بشارت پا کر ربیع النضر رضی اللہ عنہا صبر کے ساتھ اٹھیں اور کہنے لگیں، اب میں اپنے بیٹے کے لئے نہیں روؤں گی۔

حضرت عوف رضی اللہ عنہ

والد کا اسم گرامی حارث والدہ کا عفرا تھا، آپ اپنے مشہور چھوٹے بھائیوں معاذ رضی اللہ عنہ اور معوذ رضی اللہ عنہ کے ساتھ میدان بدر میں پہنچے اس کے بعد آپ دوڑے دوڑے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے: یا رسول اللہ وہ کونسا کام ہے جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہوجاتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس بندے سے راضی

Marfat.com

وخوش ہوتا ہے جو زرہ کی پرواہ کئے بغیر لڑائی میں شریک ہوجاتا ہے، یہ سنتے ہی حضرت عوف رضی اللہ عنہ نے زرہ اتاری اور میدان کارزار میں کود پڑے اور اپنی شجاعت کے ایسے جوہر دکھائے کہ دیکھنے والے حیران رہ گئے، آپ رضی اللہ عنہ ابو جہل کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اور معوذ رضی اللہ عنہ

انصار کے یہ دو کم سن مگر معروف بھائی معاذ رضی اللہ عنہ اور معوذ رضی اللہ عنہ حضرت حارث کے نامور فرزند تھے اور قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے تھے، بیعت عقبہ میں شریک تھے، یہی وہ نوجوان تھے جو حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے اشارے پر ابو جہل پر ٹوٹ پڑے اور اسے زخمی کر کے گھوڑے سے نیچے گرادیا، ان کی تلوار کے زخم کے بعد ابو جہل دوبارہ نہ اٹھ سکا اور دیر تک موت وحیات کی کشمکش میں تڑپتا رہا؛ حتی کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان کا سر کاٹ دیا، عکرمہ نے ان شاہین صفت نوجوانوں کو اپنے باپ پر جھپٹتے دیکھا تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے بازو پر وار کیا جس سے آپ کا بازو کٹ گیا، مگر لٹکتا ہوا بازو چونکہ لڑائی میں رکاوٹ تھا اس لئے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ خود اپنے ہاتھ کو پاؤں کے نیچے دبایا اور بازو کو علحدہ پھینک کر شریک جہاد رہے، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اسی ایک بازو کے ساتھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت تک زندہ رہے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ معاذ رضی اللہ عنہ کا دوسرا بازو میں ہوں کیونکہ یہ بازو میرے آقا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمن کو کیفر کردار تک پہنچانے میں کٹا تھا اور حضرت معوذ رضی اللہ عنہ کو ابو مسافع نے شہید کردیا۔

اہل بدر کے فضائل

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے قصہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

لَعَلَّ اللہ اطلع الی اھل بدر فقال اعملوا ما شئتم فقد وجبت لکم الجنۃ۔

"تحقیق اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کی طرف نظر فرمائی اور یہ کہہ دیا جو چاہے کرو جنت تمہارے

Marfat.com

لئے واجب ہو چکی''۔

حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ سوال کیا کہ آپ ﷺ اہل بدر کو کیا سمجھتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: سب سے افضل اور بہتر، جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا، اسی طرح وہ فرشتے جو بدر میں حاضر ہوئے تھے سب فرشتوں سے افضل اور بہتر ہیں۔

اصحاب بدر کے فضائل میں سب سے بڑی فضیلت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے نبی کی زبان مبارک کے ذریعہ جنت کی بشارت دی'' وجبت لکم الجنة'' اے اصحاب بدر تمہارے لئے جنت واجب ہوگئی، نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لن یدخل النار احد شهد بدرا (جو شخص بدر میں حاضر ہوا وہ جہنم میں نہ جائے گا، یہ بھی ان کے فضائل میں ہے کہ جنگ بدر میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو نازل کیا اور ان فرشتوں نے اصحاب بدر کے ساتھ مل کر دشمنان اسلام سے جنگ کی۔

خواص و برکات

ان فضائل کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان کے اسماء میں عجیب وغریب برکت اور غیر معمولی خواص رکھے ہیں، جن کا بزرگوں نے بارہا مشاہدہ کیا ہے، اور عجیب تاثیر پائی ہے، حضرت برہان الدین حلبی مشائخ حدیث کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ اہل بدر کے اسماء ذکر کر کے جو دعا مانگی جاتی ہے مقبول ہوتی ہے، بارہا اس کا تجربہ ہوا ہے، اور جن مریضوں نے اہل بدر کے وسیلہ سے اپنے لئے شفا کی دعا مانگی ہے اللہ تعالیٰ نے انہیں شفا عطا فرمائی، حضرت جعفر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے کہا میرے والد نے مجھے وصیت کی تھی کہ میں رسول اللہ ﷺ کے صحابہ علیہم الرضوان سے محبت رکھوں اور یہ کہ اپنی تمام مہمات میں اہل بدر کے وسیلہ سے دعا مانگوں، نیز انہوں نے فرمایا تھا کہ بیٹے اہل بدر کے اسماء

Marfat.com

مبارکہ کے واسطے سے جو دعا مانگی جاتی ہے وہ قبول ہوتی ہے، انہوں نے یہ بھی فرمایا تھا کہ جب کوئی بندہ اہل بدر کے اسماء کا ذکر کرتا ہے، ان کے ذکر کے ساتھ دعا مانگتا ہے تو اس وقت مغفرت، رحمت، برکت، رضا اور رضوان اس بندہ کو گھیر لیتی ہے۔

صاحب مشکوۃ نے اہل بدر کے اسمائے مبارکہ ''الاستیعاب فی معرفة الاصحاب'' کے حوالے سے جو نقل کیا ہے، اسی کے مطابق ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

اسمائے گرامی حضرات بدریین مہاجرین رضی اللہ عنہم اجمعین

سید المہاجرین، امام البدریین، اشرف الخلائق، خاتم الانبیاء والمرسلین سیدنا ومولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین۔

۱۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

۲۔ ابوحفص عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

۳۔ ابوعبداللہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

۴۔ ابوالحسن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

۵۔ حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ

۶۔ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ

۷۔ انسہ حبشی مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۸۔ ابوکبشہ فارسی مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۹۔ ابومرثد کناز بن حصن رضی اللہ عنہ

۔ مرثد ابن ابی مرثد رضی اللہ عنہ

۱۱۔ عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ

۱۲۔ طفیل بن حارث رضی اللہ عنہ

۱۳۔ حصین بن حارث رضی اللہ عنہ

۱۴۔ مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ

۱۵۔ ابوحذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہ

۱۶۔ سالم مولی ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ

۱۷۔ صبیح مولیٰ ابی العاص امیہ رضی اللہ عنہ

۱۸۔ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ

۱۹۔ عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ

۲۰۔ شجاع بن وھب رضی اللہ عنہ

۲۱۔ عتبہ بن وھب رضی اللہ عنہ

۲۲۔ یزید بن رقیش رضی اللہ عنہ

۲۳۔ ابوسنان بن محصن رضی اللہ عنہ

۲۴۔ سنان بن ابی سنان رضی اللہ عنہ

۲۵۔ محرز بن نضلہ رضی اللہ عنہ

۲۶۔ ربیعہ بن اکثم رضی اللہ عنہ

Marfat.com

۲۷۔ ثقف بن عمرو رضی اللہ عنہ
۲۸۔ مالک بن عمرو رضی اللہ عنہ
۲۹۔ مدلج بن عمرو رضی اللہ عنہ
۳۰۔ سوید بن مخشی رضی اللہ عنہ
۳۱۔ عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ
۳۲۔ حضرت مولیٰ بن غزوان رضی اللہ عنہ
۳۳۔ زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ
۳۴۔ حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ
۳۵۔ سعد کلبی مولیٰ حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ
۳۶۔ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ
۳۷۔ سویبط بن سعد رضی اللہ عنہ
۳۸۔ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ
۳۹۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ
۴۰۔ عمیر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ
۴۱۔ مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ
۴۲۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ
۴۳۔ مسعود بن ربیعہ رضی اللہ عنہ
۴۴۔ ذوالشمالین بن عبد عمرو رضی اللہ عنہ
۴۵۔ خباب بن الارت رضی اللہ عنہ
۴۶۔ بلال بن رباح مولیٰ ابی بکر رضی اللہ عنہ
۴۷۔ عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ
۴۸۔ صہیب بن سنان رومی رضی اللہ عنہ
۴۹۔ طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ
۵۰۔ ابوسلمہ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہ
۵۱۔ شماش بن عثمان رضی اللہ عنہ
۵۲۔ ارقم ابی الارقم رضی اللہ عنہ
۵۳۔ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ
۵۴۔ معتب بن عوف رضی اللہ عنہ
۵۵۔ زید بن الخطاب رضی اللہ عنہ
۵۶۔ مہجع مولیٰ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ
۵۷۔ عمرو بن سراقہ رضی اللہ عنہ
۵۸۔ عبداللہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ
۵۹۔ واقد بن عبداللہ رضی اللہ عنہ
۶۰۔ خولیٰ بن ابی خولیٰ رضی اللہ عنہ
۶۱۔ مالک بن ابی خولیٰ رضی اللہ عنہ
۶۲۔ عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ
۶۳۔ عامر بن بکیر رضی اللہ عنہ
۶۴۔ عاقل بن بکیر رضی اللہ عنہ
۶۵۔ خالد بن بکیر رضی اللہ عنہ
۶۶۔ ایاس بن بکیر رضی اللہ عنہ
۶۷۔ سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ
۶۸۔ عثمان بن مظعون جمحی رضی اللہ عنہ

Marfat.com

۶۹۔سائب بن عثمان رضی اللہ عنہ

۷۰۔قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ

۷۱۔عبداللہ بن مظعون رضی اللہ عنہ

۷۲۔معمر بن حارث رضی اللہ عنہ

۷۳۔خنیس بن حذافہ رضی اللہ عنہ

۷۴۔ابوسبرۃ بن ابی رہم رضی اللہ عنہ

۷۵۔عبداللہ بن مخرمہ رضی اللہ عنہ

۷۶۔عبداللہ بن سھل بن عمرو رضی اللہ عنہ

۷۷۔عمیر بن عوف مولیٰ سھیل بن عمرو رضی اللہ عنہ

۷۸۔سعد بن خولۃ رضی اللہ عنہ

۷۹۔ابوعبیدہ عامر بن الجراح رضی اللہ عنہ

۸۰۔عمرو بن الحارث رضی اللہ عنہ

۸۱۔سھیل بن وہب رضی اللہ عنہ

۸۲۔صفوان بن وھب رضی اللہ عنہ

۸۳۔عمرو بن ابی سرح رضی اللہ عنہ

۸۴۔وھب بن سعد رضی اللہ عنہ

۸۵۔حاطب بن عمرو رضی اللہ عنہ

۸۶۔عیاض بن ابی زہیر رضی اللہ عنہ

۸۷۔سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ

اسمائے گرامی حضرات بدریین انصار رضی اللہ عنہم اجمعین

۸۸۔عمرو بن معاذ رضی اللہ عنہ

۸۹۔حارث بن اوس بن معاذ رضی اللہ عنہ

۹۰۔حارث بن انس رضی اللہ عنہ

۹۱۔سعد بن زید رضی اللہ عنہ

۹۲۔سلمہ بن سلامۃ بن وقش رضی اللہ عنہ

۹۳۔عباد بن بشر بن وقش رضی اللہ عنہ

۹۴۔سلمہ بن ثابت بن وقش رضی اللہ عنہ

۹۵۔رافع بن یزید رضی اللہ عنہ

۹۶۔حارث بن خزمہ رضی اللہ عنہ

۹۷۔محمد بن مسلمۃ رضی اللہ عنہ

۹۸۔سلمہ بن اسلم رضی اللہ عنہ

۹۹۔ابوالہیثم بن التیہان رضی اللہ عنہ

۱۰۰۔عبید بن التیہان رضی اللہ عنہ

۱۰۱۔عبداللہ بن سہل رضی اللہ عنہ

۱۰۲۔قتادہ بن النعمان رضی اللہ عنہ

۱۰۳۔عبید بن اوس رضی اللہ عنہ

۱۰۴۔نصر بن الحارث رضی اللہ عنہ

۱۰۵۔معتب بن عبید رضی اللہ عنہ

۱۰۶۔عبداللہ بن طارق رضی اللہ عنہ

۱۰۷۔مسعود بن سعد رضی اللہ عنہ

Marfat.com

۱۰۸۔ابوعبس بن جبیر رضی اللہ عنہ
۱۰۹۔ابو بردہ ہانی بن نیار رضی اللہ عنہ
۱۱۰۔عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ
۱۱۱۔معتب بن قشیر رضی اللہ عنہ
۱۱۲۔عمرو بن معبد رضی اللہ عنہ
۱۱۳۔سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ
۱۱۴۔مبشر بن عبد المنذر رضی اللہ عنہ
۱۱۵۔سعد بن عبید بن النعمان رضی اللہ عنہ
۱۱۶۔سعد بن عبید النعمان رضی اللہ عنہ
۱۱۷۔عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہ
۱۱۸۔رافع بن عنجدہ رضی اللہ عنہ
۱۱۹۔عبید بن ابی عبید رضی اللہ عنہ
۱۲۰۔ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ عنہ
۱۲۱۔ابولبابہ بن عبد المنذر رضی اللہ عنہ
۱۲۲۔حارث بن حاطب رضی اللہ عنہ
۱۲۳۔حاطب بن عمرو رضی اللہ عنہ
۱۲۴۔عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ
۱۲۵۔انیس بن قتادہ رضی اللہ عنہ
۱۲۶۔معن بن عدی رضی اللہ عنہ
۱۲۷۔ثابت بن اقرم رضی اللہ عنہ
۱۲۸۔عبداللہ بن سلمہ رضی اللہ عنہ
۱۲۹۔زید بن اسلم رضی اللہ عنہ
۱۳۰۔ربعی بن رافع رضی اللہ عنہ
۱۳۱۔عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ
۱۳۲۔عاصم بن قیس رضی اللہ عنہ
۱۳۳۔ابوضیاح بن ثابت رضی اللہ عنہ
۱۳۴۔ابوحنة بن ثابت رضی اللہ عنہ
۱۳۵۔سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ
۱۳۶۔حارث بن النعمان رضی اللہ عنہ
۱۳۷۔خوات بن جبیر بن النعمان رضی اللہ عنہ
۱۳۸۔منذر محمد رضی اللہ عنہ
۱۳۹۔ابوعقیل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ
۱۴۰۔سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ
۱۴۱۔منذر بن قدامة رضی اللہ عنہ
۱۴۲۔مالک بن قدامة رضی اللہ عنہ
۱۴۳۔حارث بن عرفجہ رضی اللہ عنہ
۱۴۴۔تمیم مولی سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ
۱۴۵۔جعبر بن عتیک رضی اللہ عنہ
۱۴۶۔مالک بن نمیلہ رضی اللہ عنہ
۱۴۷۔نعمان بن عصر رضی اللہ عنہ
۱۴۸۔خارجة بن زید رضی اللہ عنہ
۱۴۹۔سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ

Marfat.com

۱۵۰۔ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ
۱۵۱۔ خلّاد بن سوید رضی اللہ عنہ
۱۵۲۔ بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ
۱۵۳۔ سماک بن سعد رضی اللہ عنہ
۱۵۴۔ سبیع بن قیس رضی اللہ عنہ
۱۵۵۔ عباد بن قیس رضی اللہ عنہ
۱۵۶۔ عبداللہ بن عبس رضی اللہ عنہ
۱۵۷۔ یزید بن حارث رضی اللہ عنہ
۱۵۸۔ خبیب بن اساف رضی اللہ عنہ
۱۵۹۔ عبداللہ بن زید بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ
۱۶۰۔ حریث بن زید بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ
۱۶۱۔ سفیان بن بشر رضی اللہ عنہ
۱۶۲۔ تمیم بن یُعار رضی اللہ عنہ
۱۶۳۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ
۱۶۴۔ زید بن المزین رضی اللہ عنہ
۱۶۵۔ عبداللہ بن عرفطہ رضی اللہ عنہ
۱۶۶۔ عبداللہ بن ربیع رضی اللہ عنہ
۱۶۷۔ عبداللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بن عبداللہ بن ابی
۱۶۸۔ اوس بن خولی رضی اللہ عنہ
۱۶۹۔ زید بن ودیعہ رضی اللہ عنہ
۱۷۰۔ عقبہ بن وہب رضی اللہ عنہ
۱۷۱۔ رفاعہ بن عمرو رضی اللہ عنہ
۱۷۲۔ عامر بن سلمہ رضی اللہ عنہ
۱۷۳۔ معبد بن عباد رضی اللہ عنہ
۱۷۴۔ عامر بن البکیر رضی اللہ عنہ
۱۷۵۔ نوفل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ
۱۷۶۔ عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ
۱۷۷۔ اوس بن الصامت رضی اللہ عنہ
۱۷۸۔ نعمان بن مالک رضی اللہ عنہ
۱۷۹۔ ثابت بن ہزال رضی اللہ عنہ
۱۸۰۔ مالک بن دعشم رضی اللہ عنہ
۱۸۱۔ ربیع بن ایاس رضی اللہ عنہ
۱۸۲۔ ورقہ بن ایاس رضی اللہ عنہ
۱۸۳۔ عمرو بن ایاس رضی اللہ عنہ
۱۸۴۔ مجذر بن زیاد رضی اللہ عنہ
۱۸۵۔ عباد بن خشخاش رضی اللہ عنہ
۱۸۶۔ نحاب بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ
۱۸۷۔ عبداللہ بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ
۱۸۸۔ عتبہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہ
۱۸۹۔ ابودجانہ سماک بن خرشہ رضی اللہ عنہ
۱۹۰۔ منذر بن عمرو رضی اللہ عنہ
۱۹۱۔ ابواسید مالک بن ربیعہ رضی اللہ عنہ

Marfat.com

۱۹۲۔مالک بن مسعود رضی اللہ عنہ
۱۹۳۔عبد ربہ بن حق رضی اللہ عنہ
۱۹۴۔کعب بن جماز رضی اللہ عنہ
۱۹۵۔ضمرۃ بن عمرو رضی اللہ عنہ
۱۹۶۔زیاد بن عمرو رضی اللہ عنہ
۱۹۷۔بسبس بن عمرو رضی اللہ عنہ
۱۹۸۔عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ
۱۹۹۔قراش بن ؓ مہ رضی اللہ عنہ
۲۰۰۔حباب بن منذر رضی اللہ عنہ
۲۰۱۔عمیر بن الحمام رضی اللہ عنہ
۲۰۲۔تمیم مولیٰ خراش رضی اللہ عنہ
۲۰۳۔عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ
۲۰۴۔معاذ بن عمرو بن الجموح رضی اللہ عنہ
۲۰۵۔معوذ بن عمرو بن الجموح رضی اللہ عنہ
۲۰۶۔خلاد بن عمرو بن الجموح رضی اللہ عنہ
۲۰۷۔عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ
۲۰۸۔حبیب بن اسود رضی اللہ عنہ
۲۰۹۔ثابت بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ
۲۱۰۔عمیر بن الحارث رضی اللہ عنہ
۲۱۱۔بشر بن البراء رضی اللہ عنہ
۲۱۲۔طفیل بن مالک رضی اللہ عنہ
۲۱۳۔طفیل بن النعمان رضی اللہ عنہ
۲۱۴۔سنان بن صیفی رضی اللہ عنہ
۲۱۵۔عبداللہ بن جذ بن قیس رضی اللہ عنہ
۲۱۶۔عتبہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ
۲۱۷۔جبار بن صخر رضی اللہ عنہ
۲۱۸۔خارجہ بن حمیر رضی اللہ عنہ
۲۱۹۔عبداللہ بن حمیر رضی اللہ عنہ
۲۲۰۔یزید بن المنذر رضی اللہ عنہ
۲۲۱۔معقل بن المنذر رضی اللہ عنہ
۲۲۲۔عبداللہ بن النعمان رضی اللہ عنہ
۲۲۳۔ضحاک بن حارثہ رضی اللہ عنہ
۲۲۴۔سعاد بن زریق رضی اللہ عنہ
۲۲۵۔معبد بن قیس رضی اللہ عنہ
۲۲۶۔عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ
۲۲۷۔عبداللہ بن مناف رضی اللہ عنہ
۲۲۸۔جابر بن عبداللہ بن ریاب رضی اللہ عنہ
۲۲۹۔خلید بن قیس رضی اللہ عنہ
۲۳۰۔نعمان بن سنان رضی اللہ عنہ
۲۳۱۔ابوالمنذر یزید بن عامر رضی اللہ عنہ
۲۳۲۔سلیم بن عمرو رضی اللہ عنہ
۲۳۳۔قطبۃ بن عامر رضی اللہ عنہ

Marfat.com

۲۳۴۔ عنترہ مولی سلیم بن عمرو رضی اللہ عنہ
۲۳۵۔ عبس بن عامر رضی اللہ عنہ
۲۳۶۔ ثعلبہ بن غنمہ رضی اللہ عنہ
۲۳۷۔ ابوالیسر کعب بن عمرو رضی اللہ عنہ
۲۳۸۔ سہل بن قیس رضی اللہ عنہ
۲۳۹۔ عمرو بن طلق رضی اللہ عنہ
۲۴۰۔ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ
۲۴۱۔ قیس بن محصن رضی اللہ عنہ
۲۴۲۔ حارث بن قیس رضی اللہ عنہ
۲۴۳۔ جبیر بن ایاس رضی اللہ عنہ
۲۴۴۔ سعد بن عثمان رضی اللہ عنہ
۲۴۵۔ عقبہ بن عثمان رضی اللہ عنہ
۲۴۶۔ ذکوان بن عبد قیس رضی اللہ عنہ
۲۴۷۔ مسعود بن خلدہ رضی اللہ عنہ
۲۴۸۔ عباد بن قیس رضی اللہ عنہ
۲۴۹۔ اسعد بن یزید رضی اللہ عنہ
۲۵۰۔ فاکہ بن بشیر رضی اللہ عنہ
۲۵۱۔ معاذ بن ماعص رضی اللہ عنہ
۲۵۲۔ عائذ بن ماعص رضی اللہ عنہ
۲۵۳۔ مسعود بن سعد رضی اللہ عنہ
۲۵۴۔ رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ
۲۵۵۔ خلاد بن رافع رضی اللہ عنہ
۲۵۶۔ عبید بن زید رضی اللہ عنہ
۲۵۷۔ زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ
۲۵۸۔ فروہ بن عمرو رضی اللہ عنہ
۲۵۹۔ خالد بن قیس رضی اللہ عنہ
۲۶۰۔ جبلہ بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ
۲۶۱۔ عطیہ بن نویرہ رضی اللہ عنہ
۲۶۲۔ خلیفہ بن عدی رضی اللہ عنہ
۲۶۳۔ عمارۃ خرم رضی اللہ عنہ
۲۶۴۔ سراقہ بن کعب رضی اللہ عنہ
۲۶۵۔ حارثہ بن النعمان رضی اللہ عنہ
۲۶۶۔ سلیم بن قیس رضی اللہ عنہ
۲۶۷۔ سہیل بن قیس رضی اللہ عنہ
۲۶۸۔ عدی بن زغبار رضی اللہ عنہ
۲۶۹۔ مسعود بن اوس رضی اللہ عنہ
۲۷۰۔ ابوخزیمہ بن اوس رضی اللہ عنہ
۲۷۱۔ رافع بن حارث رضی اللہ عنہ
۲۷۲۔ عوف بن حارث رضی اللہ عنہ
۲۷۳۔ معوذ بن حارث رضی اللہ عنہ
۲۷۴۔ معاذ بن حارث رضی اللہ عنہ
۲۷۵۔ نعمان بن عمر رضی اللہ عنہ

Marfat.com

۲۷۶۔عامر بن مخلد رضی اللہ عنہ
۲۷۷۔عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ
۲۷۸۔عصیمہ اشجعی رضی اللہ عنہ
۲۷۹۔ودیقہ بن عمر رضی اللہ عنہ
۲۸۰۔ابوالحمراء مولیٰ حارث بن عفراء رضی اللہ عنہ
۲۸۱۔ثعلبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ
۲۸۲۔سہیل بن عتیک رضی اللہ عنہ
۲۸۳۔حارث بن صمہ رضی اللہ عنہ
۲۸۴۔ابی بن کعب رضی اللہ عنہ
۲۸۵۔انس بن معاذ رضی اللہ عنہ
۲۸۶۔اوس بن ثابت رضی اللہ عنہ
۲۸۷۔ابوشیخ ابی بن ثابت رضی اللہ عنہ
۲۸۸۔ابوطلحہ زید بن سھل رضی اللہ عنہ
۲۸۹۔حارثہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ
۲۹۰۔عمرو بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ
۲۹۱۔سلیط بن قیس رضی اللہ عنہ
۲۹۲۔ابوسلیط بن عمرو رضی اللہ عنہ
۲۹۳۔ثابت بن خنساء رضی اللہ عنہ
۲۹۴۔عامر بن امیہ رضی اللہ عنہ
۲۹۵۔محرز بن عامر رضی اللہ عنہ
۲۹۶۔سواد بن غزیہ رضی اللہ عنہ
۲۹۷۔ابوزید قیس بن سکن رضی اللہ عنہ
۲۹۸۔ابوالاعور بن حارث رضی اللہ عنہ
۲۹۹۔سلیم بن ملحان رضی اللہ عنہ
۳۰۰۔حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ
۳۰۱۔قیس بن ابی صعصعہ رضی اللہ عنہ
۳۰۲۔عبداللہ بن کعب رضی اللہ عنہ
۳۰۳۔عصیمہ اسدی رضی اللہ عنہ
۳۰۴۔ابوداؤد عمیر بن عامر رضی اللہ عنہ
۳۰۵۔سراقہ بن عمرو رضی اللہ عنہ
۳۰۶۔قیس بن مخلد
۳۰۷۔نعمان بن عبد عمرو رضی اللہ عنہ
۳۰۸۔حماک بن عبد عمرو رضی اللہ عنہ
۳۰۹۔سلیم بن حارث رضی اللہ عنہ
۳۱۰۔جابر بن خالد رضی اللہ عنہ
۳۱۱۔سعد بن سہیل رضی اللہ عنہ
۳۱۲۔کعب بن زید رضی اللہ عنہ
۳۱۳۔بجیرہ بن ابی بجیرہ رضی اللہ عنہ
۳۱۴۔عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ
۳۱۵۔ملیل بن دبرہ رضی اللہ عنہ
۳۱۶۔عصمہ بن الحصین رضی اللہ عنہ
۳۱۷۔بلال بن المعلیٰ رضی اللہ عنہ

Marfat.com

عہد فاروقی میں ابن مسعود کا وظیفہ چھ ہزار درہم سالانہ مقرر تھا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا وصال

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ۳۲ء یا ۳۳ء میں مدینہ میں وفات پائی۔ حارث بن سوید ان کی تیمارداری کرنے آئے تو ان کو یہ فرمان رسول سنایا، اللہ اپنے بندۂ مومن کی توبہ سے اس مسافر کی خوشی سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جسے آخری وقت میں اپنی کھوئی ہوئی سواری اور زادراہ واپس مل جائے۔ (مسلم: ۷۰۵۵)

بستر مرگ پر تھے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ عیادت کے لیے آئے اور پوچھا، کیا تکلیف محسوس کر رہے ہیں؟ کہا، اپنے گناہوں کا درد ہو رہا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سوال کیا، کیا آرزو ہے؟ اپنے رب کی رحمت کی تمنا ہے۔ انھوں نے کہا، میں آپ کے لیے طبیب کا بندوبست کرنے کا حکم دیتا ہوں۔ جواب ملا، طبیب ہی نے مجھے بیمار کیا ہے۔ پھر انھوں نے کچھ مال و دولت عطیہ کرنے کی پیش کش کی تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا، مجھے اس کی حاجت نہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا، یہ آپ کی بیٹیوں کے کام آئے گا۔ جواب دیا، کیا آپ میری بیٹیوں پر غربت آنے کا اندیشہ رکھتے ہیں؟ میں نے انھیں نصیحت کر رکھی ہے کہ ہر رات کو سورۂ واقعہ کی تلاوت کریں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے، ''جو ہر شب سورۂ واقعہ کی تلاوت کرے گا اس پر کبھی فاقہ نہ آئے گا۔'' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ بات اس لیے کی، کیونکہ انھوں نے دو سال سے ان کا وظیفہ بند کر رکھا تھا۔ ان کی وفات کے بعد حضرت زبیر بن عوام حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے پاس آئے اور کہا، عبداللہ کے وارث وظیفے کی رقم پر زیادہ حق رکھتے ہیں۔ تب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پندرہ ہزار درہم دیے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ خلیفۂ دوم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور کوفہ کے کئی مال داروں نے سرکاری وظیفہ لینا از خود بند کر دیا تھا۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بغداد کے نواح میں واقع راذان کی جائیداد پر گزارا کرتے

Marfat.com

رہے۔ وفات کے وقت ان کے پاس نوے ہزار مثقال سونا تھا، گھریلو سامان، غلام اور مویشی ان کے علاوہ تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ آخری آرام گاہ جنت البقیع میں ہے۔ عمر چھیاسٹھ برس ہوئی۔ ایک شاذ روایت کے مطابق انتقال کوفہ میں ہوا۔ ایک دوسری روایت کے مطابق نماز جنازہ زبیر بن عوام نے پڑھائی اور تدفین ان کی وصیت کے مطابق رات کے وقت جنت البقیع میں کی گئی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو تدفین کا علم نہ ہو سکا تو وہ زبیر پر ناراض ہوئے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بسملہ سے ابتدا کر کے وصیت لکھنا شروع کی۔ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو اپنا وصی بنایا اور کہا، یہ دونوں میرے ترکہ کے بارے میں جو فیصلہ کریں گے روا ہوگا۔ میری بیٹیاں ان کی مرضی ہی سے نکاح کر سکیں گی، میری بیوہ زینب کو نہ روکا جائے۔

(مستدرک حاکم، رقم ۵۳۷۳)

فلاں غلام پانسو درہم ادا کرنے کے بعد آزاد ہو جائے گا۔ دوسو درہم کا کفن پہنایا جائے اور عثمان بن مظعون کی قبر کے پاس دفنایا جائے۔

فقیہ امت کی احتیاط

حضرت عبداللہ بن مسعود انتہائی احتیاط سے اس خوف کے ساتھ فرمان نبوی سناتے کہ کہیں غلط بات منہ سے نہ نکل جائے۔ حدیث روایت کرتے ہوئے ان پر لرزہ طاری ہو جاتا اور پیشانی پسینے سے تر ہو جاتی۔ (مستدرک حاکم، رقم ۵۳۷۴) کہتے، شیطان انسانی صورت دھار لیتا ہے اور لوگوں کو جھوٹی باتیں بتاتا ہے۔ پھر سننے والا کہتا ہے، میں نے ایک شخص سے سنا ہے جس کا چہرہ تو یاد ہے لیکن نام نہیں آتا۔ (مسلم:۱۸)

حضرت عمرو بن میمون کہتے ہیں، میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس ایک

Marfat.com

سال تک جاتا رہا، اس پورے عرصہ میں انھوں نے محض ایک بار 'قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' کہا۔ تب کرب کی وجہ سے ان کے ماتھے سے پسینہ بہہ رہا تھا۔ ان کے شاگرد علقمہ بتاتے ہیں، ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہر جمعرات کی شام کھڑے ہو کر وعظ کرتے۔ میں نے انھیں صرف ایک دفعہ 'قال رسول اللہ' کہتے سنا، دیکھا کہ جس عصا سے وہ ٹیک لگائے کھڑے تھے، لڑکھڑا رہا تھا۔ اس کے باوجود تاریخ اسلامی کے کئی اہم واقعات مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر معراج ان کے روایت کردہ ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی احادیث

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے چار سو اڑتالیس احادیث مروی ہیں۔ ان میں ایک سو بیس صرف بخاری میں اور پینتیس صرف مسلم میں ہیں جب کہ چونسٹھ احادیث متفق علیہ ہیں، یعنی بخاری و مسلم دونوں میں بیان ہوئی ہیں۔ مکررات شامل کر کے باقی کتب حدیث میں شامل مرویات کی کل تعداد آٹھ سو چالیس ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اور حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والوں میں شامل ہیں، ان کے بیٹے، عبدالرحمان اور ابو عبیدہ، ان کے بھتیجے عبداللہ بن عتبہ، ان کی اہلیہ زینب ثقفیہ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت ابورافع، حضرت ابوشریح خزاعی، حضرت ابوسعید خدری، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت انس، حضرت ابوجحیفہ، حضرت ابوامامہ، حضرت ابوطفیل، حضرت عمران بن حصین، حضرت عمرو بن حارث، حضرت حجاج بن مالک، حضرت عبداللہ بن حارث، حضرت ابوہریرہ، حضرت کلثوم بن مصطلق اور حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہم۔ تابعین میں سے حضرت علقمہ، حضرت اسود، حضرت مسروق، حضرت ربیع بن خثیم، حضرت قاضی

Marfat.com

شریح، حضرت ابووائل شقیق، حضرت زید بن وہب، حضرت احنف بن قیس، حضرت زر بن حبیش، حضرت ابوعمرو شیبانی، حضرت عبیدہ بن عمرو، حضرت عبداللہ بن شداد، حضرت عمرو بن میمون، حضرت عمرو بن شرحبیل، حضرت مالک بن ابوعامر، حضرت مستورد بن احنف، حضرت ابواسود دؤلی، حضرت عبدالرحمان بن ابو لیلیٰ، حضرت قیس بن ابوحازم، حضرت ابوعثمان نہدی، حضرت حارث بن سوید، حضرت عوف بن مالک، حضرت کمیل بن زیاد اور حضرت بعی بن خراش رضی اللہ عنہم۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی احادیث

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو صادق اور مصدوق ہیں کہ تم میں سے ہر ایک کا مادہ پیدائش (نطفہ) اپنی والدہ کے بطن میں جمع رہتا ہے پھر چالیس دن خون کی بوند رہتا ہے پھر اتنے ہی دنوں تک مضغہ (گوشت کا لوتھڑا) کی شکل میں رکھا جاتا ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو بھیجتا ہے اور چار باتوں کا حکم دیتا ہے یعنی اس سے کہا جاتا ہے کہ اس کا عمل، رزق، موت اور شقی ہے یا سعید یہ چار باتیں لکھ دے پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے پس کوئی تم میں سے نیک عمل کرتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور جنت کے درمیان صرف ایک بالشت کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو قسم کا لکھا اس پر غالب آجاتا ہے اور وہ اہل جہنم جیسے کام کرنے شروع کر دیتا ہے اور کوئی دوزخیوں والے عمل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور دوزخ کے درمیان ایک بالشت کا فاصلہ رہ جاتا ہے لیکن نوشتہ تقدیر اس پر غالب آجاتا ہے اور وہ اہل جنت جیسے عمل کرنے شروع کر دیتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم ایک غار میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے تو سورت مرسلات نازل ہوئی تو ہم اس سورت کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے سیکھنے لگے تو ایک سانپ اپنے بل سے نکلا ہم اسے مارنے کے لئے

Marfat.com

دوڑے لیکن وہ ہم پر سبقت لے کر اپنے بل میں داخل ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ تمہارے شر سے بچ گیا جس طرح تم اس کے شر سے بچ گئے ہو۔

اسرائیل از اعمش از ابراہیم از علقمہ از حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی اسی طرح روایت کرتے ہیں، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم آپ ﷺ کی زبان مبارک سے تروتازہ سیکھ رہے تھے۔ اسرائیل کی متابعت ابوعوانہ نے کی انہوں نے مغیرہ سے روایت کی ہے۔ حفص، ابومعاویہ، سلیمان بن قرم نے اعمش سے انہوں نے ابراہیم سے انہوں نے اسود سے انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی ''وہ جو ایمان لائے اور نہ ملایا انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم (شرک) سے (الانعام: ۸۲) تو ہم نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! ہم میں سے کون شخص ہے جو اپنی جان پر ظلم نہیں کرتا؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس طرح نہیں ہے جس طرح تم کہہ رہے ہو''وہ جو ایمان لائے اور نہ ملایا انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم (شرک) سے'' کیا تم نے حضرت لقمان کی اپنے بیٹے کو یہ نصیحت نہیں سنی۔ اے میرے بیٹے! اللہ کا کسی کو شریک نہ کرنا بیشک شرک بڑا ظلم ہے

(لقمان: ۱۳)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی آدمی کو ایک آیت پڑھتے سنا اور وہ آیت میں نے رسول اللہ ﷺ سے بھی سنی تھی کہ آپ ﷺ نے اس کے خلاف پڑھی تھی میں اسے لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ واقعہ عرض کیا تو میں نے دیکھا کہ آپ کے ﷺ کے چہرہ انور پر ناپسندیدگی کے آثار ہیں پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم دونوں صحیح ہو لیکن آپس میں اختلاف نہ کرنا کیونکہ تم سے پہلے اختلاف کے باعث ہلاک ہو گئے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ عمرہ ادا

Marfat.com

کرنے کے لئے (مکہ) گئے تو وہ (مکہ میں) امیہ بن حلف ابوصفوان کے ہاں ٹھہرے اور امیہ جب شام کی طرف جاتا تو وہ مدینہ سے گزرتا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے پاس ٹھہرتا تھا۔ تو امیہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے کہا انتظار کریں یہاں تک کہ دوپہر ہو جائے اور لوگ غافل ہو جائیں اس وقت طواف کعبہ کر لیں سو جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ طواف کعبہ کر رہے تھے تو ابو جہل آ گیا تو اس نے کہا کہ کون ہے جو کعبہ کا طواف کر رہا ہے پس حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں سعد ہوں۔ ابوجہل نے کہا کہ تم اطمینان سے کعبہ کا طواف کر رہے ہو درآں حالانکہ تم نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اصحاب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پناہ دی تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں (ہم نے پناہ دی ہے) پس وہ دونوں باآواز بلند بحث کرنے لگے، تو امیہ نے کہا حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے کہ ابوالحکم (ابوجہل) کے سامنے اپنی آواز بلند نہ کریں کیونکہ یہ اہل وادی کا سردار ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا واللہ اگر تم نے مجھے کعبۃ اللہ کا طواف کرنے سے روکا تو میں تمہارا شام کا تجارتی سفر ختم کر دوں گا۔ پس امیہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے کہتا رہا کہ اپنی آواز بلند نہ کریں اور وہ آپ رضی اللہ عنہ کو روکتا رہا پس حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو غصہ آ گیا اور آپ رضی اللہ عنہ نے امیہ سے کہا کہ مجھے میرے حال پر چھوڑ دو میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ وہ خیال فرماتے ہیں کہ وہ تجھے (امیہ) کو قتل کر دیں گے۔ امیہ نے کہا مجھے؟ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں (تمہیں) امیہ نے کہا اللہ کی قسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی بات کرتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جھوٹ نہیں بولتے پس وہ امیہ اپنی بیوی کے پاس گیا اور اس کو کہا کہ کیا تو جانتی ہے جو میرے یثربی بھائی نے مجھ سے کہا ہے؟ تو امیہ کی بیوی نے کہا کہ اس نے کیا کہا امیہ نے کہا کہ ان کا خیال ہے کہ انہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ وہ خیال کرتے ہیں کہ وہ مجھے (امیہ) کو قتل کر دیں گے تو امیہ کی بیوی نے کہا اللہ کی قسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ راوی حدیث کہتے ہیں کہ جب یہ لوگ وادی بدر کی طرف نکلے اور کسی پکارنے والے نے پکارا تو امیہ کی بیوی نے امیہ کو کہا کیا تم کو وہ یاد ہے جو

Marfat.com

تمہارے یثربی بھائی نے تم سے کہا تھا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس (امیہ) نے ارادہ کیا کہ وہ نہ نکلے پس امیہ سے ابو جہل نے کہا بے شک تو اس وادی کے سرداروں سے ہے تو ایک یا دو دن کے لئے ہمارے ساتھ چل پس وہ چلا دو دن ان کے ساتھ تو اللہ تعالیٰ نے اسے ہلاک کر دیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں چاند شق ہو کر دو ٹکڑے ہوا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ گواہ ہو جاؤ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج کرائی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سدرۃ المنتہی پر لے جایا گیا اور سدرہ چھٹے آسمان پر ہے، زمین سے اوپر جانے والی چیزیں سدرہ پر جا کر رک جاتی ہیں پھر انہیں وصول کیا جاتا ہے اور اوپر سے نیچے آنے والی چیزیں اس تک آ کر رک جاتی ہیں پھر انہیں وصول کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا سدرہ کو ڈھانپ لیا جس چیز نے ڈھانپ لیا یعنی سونے کے پروانوں نے حضرت عبداللہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تین چیزیں دی گئیں۔ پانچ نمازیں ،سورت بقرہ کا آخری حصہ اور شرک کے سوا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے لئے تمام گناہوں کی معافی۔ (مسلم، سنن نسائی: ۴۵۴)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے تھے، انہوں نے کہا کہ وہ امیہ بن خلف کے (جاہلیت کے زمانے سے) دوست تھے اور جب بھی امیہ مدینہ سے گزرتا تو ان کے یہاں قیام کرتا تھا۔ اسی طرح حضرت سعد رضی اللہ عنہ جب مکہ سے گزرتے تو امیہ کے یہاں قیام کرتے۔ جب مکہ مکرمہ میں امیہ کے پاس ٹھہرے تو انہوں نے امیہ سے فرمایا مجھے تنہائی کا ایسا وقت بتاؤ کہ بیت اللہ کا طواف کر سکوں تو یہ اس کے ساتھ دوپہر کے وقت نکلے تو ان دونوں کو ابو جہل مل گیا اور کہنے لگا اے ابو صفوان (امیہ) یہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ امیہ نے جواب دیا کہ یہ

Marfat.com

سعد ہیں تو ابو جہل نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے کہا میں دیکھ رہا ہوں کہ تم بڑے اطمینان سے کعبۃ اللہ کا طواف کر رہے ہو حالانکہ تم لوگوں نے دین سے پھرنے والوں کو پناہ دے رکھی ہے جب کہ تمہارا خیال ہے کہ تم ان کی مدد اور اعانت کر رہے ہو خدا کی قسم اگر تمہارے ساتھ ابو صفوان (امیہ) نہ ہوتا تو تم اپنے اہل وعیال کی جانب صحیح وسالم لوٹ کر نہ جاسکتے حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے جواب دیا اللہ کی قسم اگر تو مجھے طواف کرنے سے روکے گا تو میں تجھے ایسی چیز سے روک دوں گا جو تجھ پر اس سے بھی گراں گزرے گی یعنی مدینہ کے راستے شام کی طرف تجارت امیہ نے ان سے کہا اے سعد! ابوالحکم کے سامنے آواز بلند نہ کرو یہ وادی کے سردار ہیں حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے امیہ! زیادہ حمایت نہ کرو اللہ کی قسم میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ وہ تمہیں قتل کریں گے پوچھا کیا مکہ میں؟ جواب دیا میں اور کچھ نہیں جانتا امیہ اس خبر سے بڑا خوفزدہ ہوا اور اپنی بیوی سے جا کر کہنے لگا اے ام صفوان! تمہیں معلوم ہے کہ سعد نے میرے متعلق کیا کہا ہے؟ اس نے پوچھا بتاؤ تو سہی انہوں نے تمہارے متعلق کیا کہا؟ اس نے بتایا کہ وہ کہتے ہیں کہ محمد ﷺ نے مسلمانوں کو خبر دی ہے کہ وہ مجھے قتل کریں گے میں نے ان سے پوچھا کیا مکہ مکرمہ میں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ مجھے اور کچھ معلوم نہیں اس پر امیہ کہنے لگا خدا کی قسم مین کبھی مکہ سے باہر نہیں نکلوں گا جب جنگ بدر کا موقع آیا تو ابو جہل نے لوگوں سے کہا لڑائی کے لئے نکلو اور اپنے قافلے کو بچاؤ لیکن امیہ نے نکلنا پسند نہ کیا پس ابو جہل اس کے پاس آکر کہنے لگا اے ابو صفوان! جب تک لوگ تمہیں پیچھے رکا ہوا دیکھیں گے تو وہ بھی رکے رہیں گے کیونکہ تم وادی کے سردار ہو ابو جہل برابر اصرار کرتا رہا تو اس نے کہا جب تم نے مجھے مجبور کر دیا تو خدا کی قسم میں ایسا تیز رفتار اونٹ خریدوں گا (بھاگنے میں) جس کا کوئی جواب نہ ہو پھر امیہ نے کہا اے ام صفوان! میرے لئے سامان سفر تیار کرو وہ کہنے لگی اے ابو صفوان! معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں اپنی یثربی (مدنی) بھائی کی

Marfat.com

بات یاد نہیں ہے اس نے جواب دیا میں وہ بات بھولا نہیں بلکہ صرف تھوڑی دور تک ان کا ساتھ دینے جا رہا ہوں جب امیہ نکل گیا تو ہر منزل پر اونٹ پیچھے باندھتا اور برابر اسی طرح کرتا رہا یہاں تک کہ میدان میں بدر میں جا پہنچا جہاں اللہ تعالیٰ نے اسے قتل کروا دیا۔

حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت مقداد بن اسود کا ایک ایسا فعل دیکھا کہ اگر وہ مجھے حاصل ہو تو میں اسے دنیا کی ہر نعمت سے عزیز تر سمجھتا بات یہ ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے جب کہ آپ کافروں سے لڑنے کے لئے مسلمانوں کو بلا رہے تھے تو انہوں نے عرض کی: ہم ہرگز وہ بات نہیں کہیں گے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے کہی تھی کہ تم اور تمہارا رب دونوں جا کر لڑو بلکہ ہم اپ ﷺ کے دائیں بائیں آگے پیچھے پروانہ وار لڑیں گے پس میں نے دیکھا کہ ان کی بات سن کر نبی کریم ﷺ کا چہرہ دمک اٹھا تھا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے قبلہ رو ہو کر قریش کے کچھ افراد (سرداروں) کی ہلاکت کے لئے دعا کی یعنی شیبہ بن ربیعہ، عتبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ اور ابوجہل بن ہشام کے لئے پس اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر کہتا ہوں کہ میں نے میدان بدر کے اندر پڑے ہوئے دیکھا کہ دھوپ سے ان کی لاشیں پھول گئی تھیں اور وہ گرم ترین دن تھا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے نماز پڑھائی تو ابراہیم نے کہا نہیں معلوم حضور ﷺ نے ظہر کی نماز کی چار رکعتیں پڑھیں یا پانچ جب آپ ﷺ نے سلام پھیرا تو لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ کیا نماز کے متعلق کوئی نیا حکم آیا ہے۔ فرمایا کیا ہوا صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی آپ ﷺ نے اتنی اتنی رکعتیں پڑھی ہیں یہ سن کر حضور ﷺ نے اپنے پاؤں پھیرے اور قبلہ کی طرف منہ کر کے دو سجدہ سہو کیے اور سلام

Marfat.com

پھیر کر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا نماز کے متعلق کوئی نیا حکم آتا تو تمھیں خبردار کرتا لیکن میں بھی تمہاری طرح ایک آدمی ہوں بھولتا ہوں جیسے تم بھولتے ہو جب میں بھول جاؤں تو یاد دلا دیا کرو۔ اور جب کوئی تم میں اپنی نماز میں شک کرے تو ٹھیک بات سوچ لے پھر اسی کے مطابق اپنی نماز پوری کرے پھر سلام پھیر لے اور دو سجدہ سہو کرے۔

(بخاری)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور رسول کریم ﷺ نے فرمایا جس آدمی نے جھوٹی قسم کھائی تا کہ اس قسم کے ذریعے کسی کا مال ہضم کرے تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر غضبناک ہوگا، پس اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق میں یہ آیت نازل فرمائی ''بے شک جو لوگ خریدتے ہیں اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت یہ وہ (بدنصیب) ہیں کہ کچھ حصہ نہیں ان کے لئے آخرت میں'' راوی نے بتایا کہ پس حضرت اشعث بن قیس آئے اور پوچھا تمہیں ابو عبید نے کیا حدیث بیان کی، ہم نے کہا کہ اس طرح اور اس طرح تو انہوں نے کہا کہ یہ آیت میرے بارے نازل ہوئی ہے انہوں نے کہا کہ میرے چچا زاد بھائی کی زمین میں میرا ایک کنواں تھا (ہم دونوں کا اس کے متعلق جھگڑا ہو گیا) تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم گواہ پیش کرو ورنہ اس کی قسم پر فیصلہ ہوگا میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ وہ تو قسم اٹھا لے گا تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے حلف اٹھا کر از خود قسم اٹھائی تا کہ وہ اس کے ذریعے کسی مسلمان مرد کے مال پر قبضہ کرے اور وہ اس قسم میں جھوٹا ہو تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر غضبناک ہوگا۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''تم ان دونوں کی پیروی جو میرے صحابہ میں سے ہیں اور میرے بعد خلیفہ ہوں گے، وہ ابوبکر اور عمر ہیں، عمار بن یاسر کی سیرت اور ان کی

Marfat.com

راہ روش اختیار کر کے سیدھی سچی راہ پر چلو اور ام عبد کے بیٹے (عبداللہ ابن مسعود) کے عہد کو مضبوط پکڑو اور ایک دوسری روایت میں، جو حضرت حذیفہ سے مروی ہے" ام عبداللہ کے بیٹے کے عہد کو پکڑو" کے بجائے یہ الفاظ ہیں کہ: ابن مسعود تم سے جو حدیث بیان کریں (اور دین کے احکام و مسائل سے متعلق جو بات بتائیں) اس میں ان کو راست گو جانو۔"

(ترمذی)

اور میرے بعد خلیفہ ہوں گے" یہ ترجمہ حضرت شیخ عبدالحق کے ترجمہ کے مطابق ہے۔ جب کہ ملا علی قاری کے مطابق ترجمہ یوں ہونا چاہئے کہ: تم میری وفات کے بعد یا میری پیروی کے بعد ان دونوں کی پیروی کرو جو میرے صحابہ میں سے ہیں اور وہ ابوبکر و عمر ہیں پس نحوی اعتبار سے ابوبکر و عمر بدل یا بیان ہم الذین کا۔

"سیدھی سچی راہ پر چلو" واضح ہو کر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے تعلق سے تو "اقتدا" کا لفظ لایا گیا ہے جب کہ حضرت عمار بن یاسر کے تعلق سے "اہتدا" کا لفظ استعمال فرمایا گیا ہے ان دونوں کے درمیان فرق یہ ہے اقتداء میں اہتداء سے زیادہ عمومیت ہے بایں جہت کہ "اقتداء" میں قول اور فعل، دونوں کا لحاظ ہوتا ہے جب کہ "اہتدا" کا تعلق صرف فعل سے ہوتا ہے گویا اقتداء تو مطلق پیروی کرنے کو کہتے ہیں خواہ فعل میں ہو یا قول میں اور اہتداء فقط فعل کی پیروی کو کہتے ہیں۔

حدیث کے ان الفاظ میں نہ صرف یہ کہ حضرت عمار بن یاسر کی فضیلت و کمال کو ذکر ہے کہ ان کا کوئی بھی فعل و عمل جادہ حق سے ہٹا ہوا نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ اس سے امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت کا برحق اور مبنی بر صداقت ہونا بھی ثابت ہوتا ہے، کیونکہ امیر المؤمنین حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ کے درمیان جو معرکہ آرائی پیش آئی تھی اس میں حضرت عمار سیدنا حضرت علی کے ساتھ تھے۔

"ام عبد کے بیٹے کے عہد" میں "عہد" سے مراد قول اور وصیت ہے، یعنی عبداللہ ابن

Marfat.com

مسعود رضی اللہ عنہ دینی احکام ومسائل میں جو بات کہیں اور جو تلقین ووصیت کریں اس کو پلے باندھ لو اور اس پر پوری طرح عمل کرو، چنانچہ یہی وہ حکم رسول ہے جس کو حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نے اپنی فقہ کی ایک مضبوط بنیاد بتایا ہے۔ استنباط مسائل میں حضرت امام اعظم، خلفاء اربعہ کے بعد تمام صحابہ میں سے سب سے زیادہ جس صحابی کی روایت اور قول کو اختیار کرتے ہیں وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہی ہیں جس کے کمال فقاعت اور اخلاص وصیت میں کسی کو شبہ نہیں تورپشتی نے بھی عہد کے تقریبا یہی معنی بیان کئے ہیں لیکن انہوں نے اپنے نزدیک اس بات کو اولی قرار دیا ہے کہ ''ام عبد کے عہد'' سے مراد ''خلافت'' کے بارے میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی رائے اور ان کا فیصلہ'' ہے گویا اس ارشاد رسالت کے ذریعہ امت کو ہدایت کی گئی کہ وصال نبوی کے بعد خلافت کے بارے میں عبداللہ ابن مسعود اپنی جس رائے اور جس فیصلہ کا اظہار کریں اسی سے تم سب لوگ رہنمائی حاصل کرو، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر کی خلافت کی حقانیت و صحت کی گواہی سب سے پہلے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہی نے دی اور تمام اکابر صحابہ کی رائے اور مشورہ خلافت صدیق کے قیام میں شامل رہا، ان کی گواہی سب سے بڑی دلیل یہ تھی کہ استحقاق خلافت میں ہم اس ہستی کو پیچھے کیسے رکھ سکتے ہیں جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنے مرض وفات میں ہماری نماز کی امامت کے لئے) آگے کیا تھا یہ ممکن ہی نہیں کہ جس شخص کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (امامت نماز کی صورت میں) ہمارے دینی پیشوائی کے لئے منتخب کیا تھا اس کو ہم (بصورت خلافت) اپنی دنیاوی قیادت کے لئے منتخب نہ کریں۔ اسی طرح کا مضمون سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے بھی منقول ہے، بہرحال حدیث کے اول اقتدوا بالذین من بعدی ابوبکر وعمر اور آخری جز تمسکو ابعہد ابن ام عبد کے درمیان جو مناسبت ہے اس کو تو تورپشتی کے اسی قول کی تائید ہوتی ہے۔ لیکن دوسری روایت میں حضرت حذیفہ نے جو الفاظ نقل کئے ہیں ان سے اس قول کی تائید ہوتی ہے کہ ''عہد''

Marfat.com

سے مراد ''قول اور وصیت'' ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آٹھ سو اڑتالیس احادیث منقول ہیں۔ بخاری و مسلم نے چونسٹھ احادیث بالاتفاق روایت کیں ہیں۔ بخاری اکیس احادیث کے روایت کرنے میں منفرد ہیں اور مسلم نے پینتیس احادیث روایت کیں ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن صفات سے متصف تھے مثلاً قدامت اسلام اور طویل صحبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا تقاضہ یہ تھا کہ وہ مذکورہ صدر احادیث سے زیادہ احادیث روایت کرتے۔ انہوں نے تمام عصر نبوت کو بچشم خود دیکھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے بھرپور استفادہ کیا۔ وہ حدیثیں یاد کرنے کے حریص بھی تھے اس کے ساتھ ساتھ ان کا حافظہ بھی بہت قوی تھا۔ دنیوی ساز و سامان سے انہیں چنداں دلچسپی نہ تھی۔ مگر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وہ بہت کم عرصہ تک زندہ رہے اور جس طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حدیثوں کی اشاعت کے لئے طویل مدت ملی تھی ان کو نہ مل سکی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا انداز خطاب

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اچھے خطیب تھے۔ ان کے خطبات عمدہ ادب کا نمونہ ہوتے، امثال کا خوب استعمال کرتے۔ خطبا کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا، لوگوں سے اس طرح مخاطب ہو کہ وہ تم پر نظریں گاڑ دیں اور کان تمھاری طرف لگا دیں۔ حاضرین کی طرف سے عدم توجہی محسوس کرو تو بات ختم کر دو۔ ان کا ایک خطبہ نقل کیا جاتا ہے۔ ''سب سے سچا کلام اللہ کی کتاب، قرآن مجید ہے۔ بہترین زاد راہ اور قابل اعتماد ترین شے تقویٰ ہے۔ بہترین ملت، ملت ابراہیمی ہے۔ بہترین طریقہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے۔ بہترین ہدایت انبیا کی سجھائی ہوئی ہدایت ہے۔ بہترین گفتگو اللہ کا ذکر ہے۔ سب سے اعلیٰ بیان قرآن مجید ہے۔ بدترین کام ہیں جو کتاب و سنت کے بعد گھڑے جائیں۔ بہترین کام ہیں جو پختہ اور معتدل ہوں۔ جو کلام مختصر ہو اور وضاحت کا محتاج نہ ہو اس گفتگو سے کہیں

Marfat.com

بہتر ہے جو لبی ہو اور ذہن کو منتشر کر دے۔ اپنے نفس پر کنٹرول کر کے کج روی سے بچ جاؤ تو یہ اس حکمرانی سے بہت بہتر ہے جس میں عدل و انصاف کرنا تمھارے بس سے باہر ہو۔ بہترین دولت دل کی بے نیازی ہے۔ دل میں جاگزیں ہونے کے لیے یقین ہی بہترین اثاثہ ہے۔ شراب گناہوں کا گٹھا ہے۔ عورتیں شیطان کے دام (پھندے) کا کام دیتی ہیں۔ جوانی ایک طرح کا جنون ہے۔ تھوڑے (نیک کام) پر اکتفا کر لینا عاجزی اور (نیکی سے) محرومی کی کلید بن جاتا ہے۔ ایسے لوگ (منافقین) بھی ہیں جو آخری وقت میں آ کر نماز (با جماعت یا نماز جمعہ) میں شامل ہوتے ہیں اور اللہ کو تھوڑا ہی (مثلاً قسمیں کھانے کے لیے) یاد کرتے ہیں۔ بدترین جرم جھوٹ کی عادی زبان رکھنا ہے۔ بین عمل جاہلیت ہے۔ مومن کو گالی دینا فسق و کج رائی، اس سے جنگ کرنا کفر اور غیبت کر کے اس کا گوشت کھانا معصیت ہے۔ جو لوگ اللہ کے بارے میں جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں کہ وہ یوں یا اس طرح کرے گا یا فلاں کو دوزخ میں ڈالے گا، اللہ اس کا جھوٹا ہونا ثابت کر دیتا ہے۔ جو عفو و درگزر سے کام لیتا ہے، اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔ نیکوکاروں کے دیوان میں لکھا ہے، جو معاف کرتا ہے، اس سے چشم پوشی کی جاتی ہے۔ بد بخت ہے جو ماں کے پیٹ ہی سے بدبختی لے کر آتا ہے۔ خوش قسمت ہے جو دوسروں کے انجام سے نصیحت پکڑتا ہے۔ معاملات اپنے حتمی نتائج سے یاد رکھے جاتے ہیں۔ کسی کام کا خلاصہ یا نچوڑ اس کے انجام میں مضمر ہوتا ہے۔ بدترین ملامت ہے جو موت آنے پر کی جائے۔ بدترین ندامت ہے جو قیامت کے روز ہو۔ بدترین گمراہی ہدایت پا لینے کے بعد گمراہ ہونا ہے۔ بہترین مالداری دل کی تونگری ہے۔ بدترین کمائی سود سے حاصل ہونے والی کمائی ہے۔ بدترین خوراک یتیم کا مال ہڑپ کر لینا ہے۔ سب سے اعلیٰ موت شہادت پانا ہے۔ جو مصیبت کا ادراک کر لیتا ہے، اسے صبر حاصل ہو جاتا ہے۔ جو صعوبت کو سمجھ نہیں پاتا، کڑھتا رہتا ہے۔ جو شیطان کا کہا مانتا ہے، اللہ کی نافرمانی کرتا ہے اور جو اللہ کی نافرمانی کرتا ہے عذاب

Marfat.com

کا مستحق ہو جاتا ہے۔'' جو حضرات خطبے کے اصل عربی متن سے لطف اندوز ہونا چاہتے ہیں البیان والتبیین ملاحظہ فرمائیں۔

کوفہ حدیث وفقہ کی تعلیم کا مرکز

کوفہ میں پندرہ سو صحابہ کی آمد ہوئی اس لیے یہ حدیث اور فقہ کی تعلیم کا اہم مرکز بن گیا۔ خلیفۂ چہارم سیدنا علی کی خلافت کے آخری چار سال کوفہ میں گزرے، ان کے فتووں کا اس شہر میں چرچا ہوا۔ یہاں کے دوسرے بڑے فقیہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہوئے۔ ان کے شاگرد حضرت علقمہ بن قیس کو فقہ کے کوفی مکتب فکر کا بانی سمجھا جاتا ہے، علقمہ کے شاگرد ابراہیم نخعی فقہ ابن مسعود سے مالا مال ہوئے پھر حماد بن ابوسلیمان نے ان سے یہ علم پایا۔ اسی شہر میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے جنم لیا، وہ اٹھارہ سال حماد کی تربیت میں رہے۔ انھیں زین العابدین رضی اللہ عنہ اور جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے بھی تلمذ رہا۔ خود فرماتے ہیں، میں نے چار فقیہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت عمر، علی، ابن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ عنہم کی فقہ الگ الگ ان کے شاگردوں سے سیکھی۔ فقہ حنفی کس طرح وجود میں آیا، فقہائے حنفیہ کی وضع کردہ یہ تمثیل خوب وضاحت کرتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی تخم ریزی سے یہ مکتب فقہ کاشت ہوا، علقمہ نے آب پاشی کر کے اسے سینچا، ابراہیم نخعی نے اس کی فصل کاٹی، حماد نے چھان پھٹک کر صاف کیا، امام ابوحنیفہ نے چکی میں پیس کر اسے غلہ کی شکل دی، امام ابویوسف نے اس کا آٹا گوندھا اور آخر کار امام محمد نے اس کی روٹی پکائی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی کاشت کردہ فصل سے پکی ہوئی یہی روٹی ہے جو فقہ حنفی کے پیروکار اب تک کھا رہے ہیں۔

''السنن الکبریٰ'' میں بیہقی نے اور ''تنقیح'' میں ابن عبد الہادی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے کمزور حافظے کا ذکر کیا ہے۔ اہل حدیث علما نے اس نکتہ کو خوب اٹھایا ہے، ان کا خیال ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سوء حفظ کی وجہ سے اپنی روایات میں رفع یدین کا ذکر کرنا بھول گئے ہیں۔ ''فقیہ امت'' پر اس الزام کا غلط ہونا اس قدر واضح ہے کہ

Marfat.com

کسی تردید کی ضرورت نہیں۔

حضور ﷺ سے منسوب اشیاء سے محبت

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فیوض و برکات حاصل کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے۔ جس چیز کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت ہو جاتی وہ اسے دنیا و مافیہا سے عزیز تر جانتے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اپنے عمل کے باعث صحابہ کرام رضی اللہ عنھم میں یہ شعور بیدار ہو گیا تھا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آثار و تبرکات کو محفوظ رکھتے۔ ان کی انتہائی تعظیم و تکریم کرتے اور ان سے برکت حاصل کرتے۔ صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنھم کے ادوار کے بعد نسل در نسل ہر زمانے میں اکابر ائمہ و مشائخ، علماء و محدثین کے علاوہ خلفاء و سلاطین بھی تبرکات و آثارِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خصوصی اہتمام کے ساتھ بڑے ادب و احترام سے محفوظ رکھتے اور اُن سے فیوض و برکات حاصل کرتے۔ خاص ایام پر بہت اہتمام کے ساتھ مسلمانوں کو ان کی زیارت کرائی جاتی، ان سے تبرک حاصل کیا جاتا، اور ان کے توسل سے اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگی جاتی تھیں۔ آئندہ صفحات میں اسی حوالے سے صحابہ و تابعین اور ائمہ کے معمولات و مشاہدات کا ذکر کیا جائے گا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو صاحب النعلین کا لقب حاصل ہے۔ امام احمد مقری علیہ الرحمہ اسی صفحہ پر حضرت انس رضی اللہ عنہ کے متعلق رقم طراز ہیں کہ ایک جماعت جن میں ابن سعد بھی ہیں، نے روایت کیا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے کفش بردار اور دیگر اشیائے سنبھالنے اور اٹھانے والے تھے۔

جب نبی کریم ﷺ بیٹھتے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کھڑے ہو جاتے اور اپنے نعلین مبارک پاؤں سے اتار لیتے اور اپنی آستینوں میں چھپا لیتے اور جب آپ ﷺ کھڑے ہو جاتے تو نعلین پہناتے اور آپکے ساتھ عصا پکڑ کر چلتے۔ یہاں تک کہ آپ حجرہ

Marfat.com

مبارک میں داخل ہو جاتے۔(فتح المتعال فی مدح النعال مترجم ص ۱۷۱)

یوں تو خدمت اقدس میں عموماً صحابہ کرام حاضر رہا کرتے تھے مگر حضرت عبداللہ ابن مسعود، حضرت انس اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم خاص نعلین شریفین کے خدمت گزار تھے۔

نعلین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بڑے بڑے فضلاء نے نعلین شریفین کے نقش کی برکتوں کے بارے میں مستقل تالیفات کی ہیں۔ ابوجعفر احمد بن عبدالمجید جو کہ اپنے زمانہ کے بڑے نیک بزرگ گزرے ہیں۔ فرماتے ہیں۔ میں نے ایک طالب علم کو نعلین شریفین کا نقشہ دیا۔ ایک دن وہ آیا اس نے بتایا کہ میں نے کل رات اس نقش کی برکت کو خود ملاحظہ کیا۔ میری بیوی کو شدید درد ہوا۔ قریب تھا کہ وہ جان دے دیتی۔ میں نے اسی نعل شریف کا نقش اسی جگہ رکھا جہاں درد ہو رہا تھا۔ میں نے عرض کی اللھم ارنی برکۃ صاحب ہذا النعل یا اللہ مجھے اس نعل شریف والے کی برکتیں عطا فرما تو اسی وقت وہ تندرست ہو گئی۔

امام ابواسحاق سلمی الاندلسی جو ابن الحاج کے نام سے معروف ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ابوالقاسم بن محمد نے فرمایا کہ اس کی برکت تجربات سے پایہ ثبوت کو پہنچی ہوئی ہے جو شخص اس سے تبرک حاصل کرنے کے لئے اسے پکڑتا ہے تو باغیوں کی بغاوت اور دشمنوں کے غلبہ پانے سے اس کو امان مل جاتی ہے۔ ہر سرکش شیطان کے شر سے اور ہر چشم بد کے اثر سے وہ محفوظ ہو جاتا ہے اور وہ عورت جسے زچگی کی تکلیف ہو اگر وہ اس کو اپنے دائیں ہاتھ میں پکڑ لے تو اس کی یہ تکلیف دور ہو جاتی ہے اور بچہ بفضلہٖ تعالیٰ آسانی سے ہو جاتا ہے۔

امام ابوبکر قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تمثال کی برکات کے بارے میں پورا قصیدہ نقل کیا ہے۔ اس کے تین اشعار یہاں نقل کئے جاتے ہیں:

ففعھا علی اعلی المفارق انھا
حقیقتھا تاج وصورتھا نعل

Marfat.com

باخمص خير الخلق حازت مزية
على التاج حتى باهت المفرق الرجل
شفاء لذى سقم رجاء لبآئس
امان لذى خوف كذا يحسب الفضل

اس کو اپنے سر کی چوٹیوں پر رکھو۔ حقیقت میں یہ تاج سلطانی ہے۔ اگرچہ اس کی صورت جوتے کی سی ہے، یہ وہ نعل شریف ہے جسے خیر الخلق کے پاؤں کے تلوے کے ساتھ لگنے سے تاج پر بھی فضیلت حاصل ہوگئی۔ یہاں تک کہ وہ پاؤں سروں پر فضیلت لے گئے۔ یہ بیماری کے لئے شفا کا پیغام ہے۔ مایوسی کے لئے امید کی کرن ہے۔ خوفزدہ کے لئے امان کا پیغام ہے اور اسی طرح اس نعلین شریفین کے نقش کے فضائل کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ (ضیاء النبی)

محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ رحمۃ القوی مدارج النبوت میں فرماتے ہیں کہ مواہب میں اس کا تجربہ لکھا ہے کہ مقام درد پر نعلین شریفین کا نقشہ رکھنے سے درد سے نجات ملتی ہے اور پاس رکھنے سے راہ میں لوٹ مار سے محافظت ہوجاتی ہے اور شیطان کے مکروفریب سے امان میں رہتا ہے اور حاسد کے شروفساد سے محفوظ رہتا ہے۔ مسافت طے کرنے میں آسانی رہتی ہے اس کی تعریف و مدح اور اس کے فضائل میں قصیدے لکھے گئے ہیں۔ (مدارج النبوت)

امام احمد مقری تلمسانی اس کے برکات وفوائد کے متعلق لکھتے ہیں۔ یہ جس لشکر میں ہو، اس کو کبھی شکست نہ ہو جس قافلے میں ہو وہ قافلہ لوٹ مار سے محفوظ رہے جس گھر میں ہو وہ گھر جلنے سے محفوظ رہے گا جس سامان میں ہو وہ چوری ہونے سے محفوظ رہے گا۔ جس کشتی میں ہو وہ ڈوبنے سے محفوظ رہے گی جو کوئی صاحب نقش نعل سے کسی حاجت میں توسط کرے وہ حاجت پوری ہو اور ہر مشکل آسان ہو۔ (فتح المتعال فی مدح النعال)

Marfat.com

عشق کا مسلمہ ضابطہ ہے کہ جس سے ہو جائے اس سے نسبت رکھنی والی ہر شے محبوب ہوتی ہے خواہ عشق حقیقی ہو یا مجازی۔ یہی وجہ ہے کہ سرورِ دو عالم ﷺ سے عشق و محبت کا دم بھرنے والے آپ ﷺ سے نسبت رکھنے والے شہر مقدس، آپ کے رفقاء یعنی صحابہ کرام، آپ کی آل پاک اور آپ کی سنن سے محبت و وارفتگی رکھتے ہیں۔ آپ کے مبارک قدموں سے لگنے والے پاپوش یعنی نعلین مبارک ان کے سروں کا تاج ہے۔

شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

جو سر پر رکھنے کو مل جائے نعلین پاک حضور ﷺ
تو پھر کہیں گے کہ تاجدار ہم بھی ہے

مولانا حسن رضا خان علیہ الرحمہ

اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ عرض گزار ہیں:

ذرے جھڑ کے تیری پیزاروں کے
تاج سر بنتے ہیں سیاروں کے

(حدائق بخشش)

جس طرح عشاق کو اپنے آقا ﷺ کے اظہار عشق کا بس موقع ہی ملنا چاہئے بعینہ اسی طرح مخالفین بھی ان پروانہ شمع رسالت پر ان کے عشق کے باعث اعتراض کرنے کا موقع ڈھونڈتے رہتے ہیں۔ ماہ ربیع الاول میں چونکہ مولود نبوت جوش و خروش سے منایا جاتا ہے اور مسلمان اپنے نبی ﷺ کے عشق کی خاطر نعلین پاک کا نقش اپنے سروں اور دلوں پر آویزاں کرتے ہیں۔ یہ منکرین کو رنج میں ڈالتا ہے ایسے ہی مواقع پر قرآن پاک کا کیا خوب ارشاد مسلمانوں سے ہے چنانچہ ارشاد خداوندی عزوجل ہے:

ان تمسسکم حسنۃ تسؤھم

اگر تم (مسلمانوں) کو کوئی چھوٹی سی بھلائی بھی پہنچے تو انہیں (منافقین) کو بری لگتی

Marfat.com

ہے۔ (آل عمران: ۱۲۰)

معلوم چلا کہ مسلمانوں کو خوشی ملنے پر غم کرنا منافقین کا طریقہ ہے۔ یہ تو نقش وعکس کی بات ہے ہم صحابہ کرام علیہم الرضوان کا عمل ہدیہ ناظرین کرتے ہیں کہ انہیں اس سے والہانہ کس قدر محبت و الفت تھی۔ آخر میں اس کی برکات وفوائد اور معاندین کے بے تکے اعتراضات کے جوابات بھی قلمبند کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

امام احمد المقری التلمسانی علیہ الرحمہ اپنی تصنیف فتح المتعال فی مدح النعال میں تحریر فرماتے ہیں۔ محمد بن یحیی حضرت قاسم سے بیان کرتے ہیں:

جب نبی کریم ﷺ بیٹھتے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کھڑے ہو جاتے اور اپنے نعلین مبارک پاؤں سے اتار لیتے اور اپنی آستینوں میں چھپا لیتے اور جب آپ ﷺ کھڑے ہو جاتے تو نعلین پہناتے اور آپکے ساتھ عصا پکڑ کر چلتے۔ یہاں تک کہ آپ حجرہ مبارک میں داخل ہو جاتے۔ (فتح المتعال فی مدح النعال)

یہی وجہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو صاحب النعلین کا لقب حاصل ہے۔ امام احمد مقری علیہ الرحمہ اسی صفحہ پر حضرت انس رضی اللہ عنہ کے متعلق رقم طراز ہیں کہ ایک جماعت جن میں ابن سعد بھی ہیں، نے روایت کیا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے کفش بردار اور دیگر اشیائے سنبھالنے اور اٹھانے والے تھے۔ (فتح المتعال فی مدح النعال)

ضیاء النبی میں پیر کرم شاہ الازہری جلد ۵ ص ۵۸۳ پر لکھتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یہ شرف حاصل تھا کہ حضور ﷺ کے پاپوش بردار تھے۔

مسند احمد ابویعلی، ابن حبان اور مستدرک میں حضرت ابوسعید حذری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسالت مآب ﷺ نے فرمایا۔ تم میں سے کون ہے جو معانی قرآن پر اس طرح جہاد کرے گا جس طرح میں نے اس کے نزول پر کیا ہے؟ کسی نے عرض کیا کہ

Marfat.com

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا وہ ابوبکر ہیں؟ فرمایا نہیں۔ عرض کی کیا وہ عمر ہیں؟ فرمایا نہیں، اس کے بعد فرمایا یہ کام خاصف النعل ہی کریں گے۔ (فتح المتعال فی مدح النعال مترجم ص ۳)

خاصف النعل یعنی جوتے گانٹھنے والے چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور اقدس علیہ السلام کے نعلین شریف گانٹھا کرتے تھے، اس لئے یہ لقب ان کے حصہ میں آیا۔

آثار شریفہ سے برکت حاصل کرنا

ا۔ بخاری شریف میں ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وضو فرماتے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آبِ وضو پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بے تابانہ دوڑتے۔ قریب ہے کہ آپس میں کٹ مریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب لعابِ دہن ڈالتے یا کھنکھارتے صحابہ رضی اللہ عنہم اسے دونوں ہاتھوں میں لیتے اپنے بدنوں اور چہروں پر ملتے۔ ۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک پیالہ پانی میں اپنے ہاتھ اور چہرہ مبارک کو دھویا، اس میں کلی کی، پھر حضرت ابوموسیٰ و بلال رضی اللہ عنہما کو فرمایا اس کو پی لو اور اپنے چہرے پر ڈال لو۔ ۳۔ صائب ابن یزید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں بیمار تھا میری خالہ مجھے بحضور نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لے کر آئیں۔ میرے مرض کا ذکر کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا، برکت کی دعا دی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضو کیا میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وضو کا پانی پیا۔ مجھے اس سے اسی وقت شفاء ہوگئی اور میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ نیل الاوطار میں علامہ شوکانیؒ نے اس مضمون کی حدیث ذکر کر کے یہ لکھا ہے کہ:

"قَدْ اِسْتَدَلَّ الْجُمْهُوْرُ بِصَبِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِوَضُوْئِهٖ عَلٰى جَابِرٍ وَتَقْرِيْرِهٖ لِلصَّحَابَةِ عَلَى التَّبَرُّكِ بِوَضُوْئِهٖ"

جمہور نے اس سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وضو کے پانی ڈالنے سے استدلال کیا ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم اسے تبرک جانتے تھے۔ (نیل الاوطار: جلد ۱، صفحہ ۳۳)

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موئے مبارک تھے جنہیں وہ عطر میں ڈالے رکھتی تھیں۔

Marfat.com

"فَكَانَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ تَدُوفُهُ فِي طِيبِهَا"

(مسند احمد، حدیث ۱۲۴۸۳، جلد ۱۹، صفحہ ۴۶۳)

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کے پسینہ مبارک کو ایک شیشی میں محفوظ کر لیا تھا اور وصیت کی تھی کہ میرے مرنے کے بعد خوشبو میں اس کو ملا دیا جائے۔

مکمل حدیث اس طرح ہے:

"أَنَّ أُمَّ سُلَيْمٍ كَانَتْ تَبْسُطُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِطَعًا، فَيَقِيلُ عِنْدَهَا عَلَى ذَلِكَ النِّطَعِ قَالَ فَإِذَا نَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَتْ مِنْ عَرَقِهِ وَشَعَرِهِ، فَجَمَعَتْهُ فِي قَارُورَةٍ، ثُمَّ جَمَعَتْهُ فِي سُكٍّ قَالَ فَلَمَّا حَضَرَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ الوَفَاةُ، أَوْصَى إِلَيَّ أَنْ يُجْعَلَ فِي حَنُوطِهِ مِنْ ذَلِكَ السُّكِّ، قَالَ فَجُعِلَ فِي حَنُوطِهِ" (بخاری)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور ﷺ کے ناخن کے ٹکڑے بطور تبرک محفوظ کر رکھے تھے (مسند احمد بن حنبل)۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے چاندی کی جلجل میں حضور ﷺ کے موئے مبارک رکھ چھوڑے تھے، جب کوئی بیمار ہوتا تو اس کا غسالہ مریض کو دیا جاتا اور وہ شفا پاتا (بخاری) یہ تمام حدیثیں نیل الاوطار میں شوکانی ؒ نے بھی ذکر کی ہیں۔ جن سے آفتاب نیمروز کی طرح واضح ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے آثار شریفہ، نشان قدم، موئے مبارک اور تمام ان اشیاء کا جن کو آپ ﷺ سے نسبت ہوگئی ہے ادب واحترام کرنا واجب ہے اور ان کو حفاظت سے رکھنا، ان سے برکت چاہنا، انہیں متبرک سمجھنا، ان سے شفا حاصل کرنا جائز ہے اور سنت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہے، شفاء میں علامہ قاضیؒ نے لکھا کہ حضرت عبداللہ بن عمر مسجد نبوی میں حضور ﷺ کے منبر مبارک کے اس مقام پر جہاں حضور ﷺ جلوہ فرما ہوتے تھے، ہاتھ لگاتے اور پھر اس کو بوسہ دیتے تھے۔

علامہ خفاجی رحمۃ اللہ علیہ نے نسیم الریاض میں اس کے تحت لکھا ہے کہ:

"هٰذَا يَدُلُّ عَلَى جَوَازِ التَّبَرُّكِ بِالْأَنْبِيَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَآثَارِهِمْ وَمَا يَتَعَلَّقُ بِهِمْ"

Marfat.com

(کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وحضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اس فعل سے انبیاء کرام علیہم السلام و اولیاء عظام کے آثار شریفہ سے اور ان اشیاء سے جن کو ان سے نسبت ہو گئی ہے برکت حاصل کرنے کا جواز نکلتا ہے (حاشیہ الشفاء: جلد ۲، صفحہ ۱۲۷)۔

اور بڑی حیرت کی بات ہے کہ اس حدیث زیر بحث کی تشریح کرتے ہوئے مشہور غیر مقلد مولوی وحید الزمان نے لکھا کہ اس باب کی حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے موئے مبارک ہمیشہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم لیتے رہے ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دوبار سارے سر کے بال اتروائے اور سارے بال تقسیم فرمائے اور یہ بھی ثابت ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے جسموں کو زمین نہیں کھاتی تو بال بھی آپ کے زمین نہیں کھا سکتی، لہٰذا اس زمانہ میں جن بالوں کے متعلق ہمیں بطور تو اتر یا شہرت یہ معلوم ہو کہ وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہیں ان کی تکذیب نہیں کرنی چاہئے بلکہ ہم پر ایسے بالوں کی عزت وحرمت لازم ہے، اگر چہ اس میں شبہ بھی ہو پھر بھی ان کی تکریم و تعظیم ضروری ہے کیونکہ اگر وہ بال واقع میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نہیں ہے تو اس کی تعظیم کرنے سے ہم گنہگار نہ ہوں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہماری نیت کو جانتا ہے کہ ہم نے اس کا ادب اس وجہ سے کیا ہے کہ اس کے متعلق یہ کہا گیا ہے یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے موئے مبارک ہیں اور تعجب ہے ان لوگوں پر جو اتباع سنت کا دعویٰ کرتے ہیں اور پھر خواہ مخواہ اس قسم کے آثار شریفہ (یعنی نشان قدیم وموئے مبارک وغیرہ) کی تکذیب کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ غلو اور تعصب سے بچائے، باوجود علم کے بعض لوگوں نے ایسے کلمات منہ سے نکالے ہیں کہ ان کی نوبت کفر تک پہنچ جاتی ہے۔ وہ غافل ہیں اور نہیں جانتے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سارے فضلات یہاں تک کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا بول و براز بھی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جسم مبارک کی ہر چیز طیب وطاہر، مقدس ومحترم ہے اور اس پر تمام علمائے حدیث کا اتفاق ہے اور حق بھی یہی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بال مبارک کیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی جوتی کی خاک بھی مومن کے لیے تو دنیا و مافیہا سے افضل و برتر ہے، اللہ تعالیٰ ادب کی توفیق

Marfat.com

عطاء فرمائے ۔

ہر دو عالم قیمت خود گفتہ
نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

(تسہیل القاری، جلد ا صفحہ ۴۸۲)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ابو جہل

مستملی کی روایت ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا ''انت ابو جھل'' تو ابو جہل ہے جب کہ اکثرین کی روایت میں ہے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا ''أنت ابا جھل'' تو؟ اے ابو جہل! یعنی تو پچھاڑا ہوا ابو جہل ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ اس لئے کہا کہ ابو جہل مکہ میں مسلمانوں کو بہت زیادہ اذیتیں دیتا تھا، ابو اسحاق، حاکم کے نزدیک حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما میں ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا'' پس میں نے اسے پایا اس حال میں کی اس میں زندگی کی آخری رمق باقی تھی، تو میں نے اس کی گردن پر اپنا پاؤں رکھا، اور میں نے اسے کہا اے اللہ دشمن اللہ تعالیٰ تجھے ذلیل کرے، تو اس نے کہا کہ کیسے ذلیل کرے کیا کسی آدمی کو اس کی قوم کا قتل کرنا عجیب ہے، قاضی عیاض نے کہا بے شک ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنا پاؤں ابو جہل کی گردن پر رکھا تا کہ اس کے خواب کی تصدیق ہو جائے، کیونکہ اس نے یہ خواب میں دیکھا تھا، پھر اس کا سر کاٹ دیا اور وہ سر لے کر حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ یہ اللہ تعالیٰ کے دشمن ابو جہل کا سر ہے، تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا وَاللہ الَّذِی لَا اِلٰہ اِلَّا ھُوَ اور کہا گیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ گزرے ابو جہل کے پاس سے تو کہا سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کی ہیں جس نے تمہیں رسوا کیا اور اسلام کو عزت دی، تو ابو جہل نے کہا کیا تم مجھے گالیاں دیتے ہوا ے ۔۔۔۔۔ تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم میں تجھے قتل کروں گا تو انہوں نے ابو جہل کو پکڑا اور قتل کر دیا اور حضور نبی

Marfat.com

کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ میں نے ابوجہل کو قتل کردیا تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا وَاللہ الَّذِی لَا إلٰہ۔ إلاَّ ھُوَ، پھر آپ ﷺ نے اس کے سر کو پکڑا اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ کے ساتھ اس جگہ آئے ا ور اسے وہاں دیکھا اور اس کے پاس کھڑے ہو کر کہا، الْحَمدُ للہ الَّذِی أعزَ الإسْلَام وَأھلہ تین مرتبہ ابن اسحاق نے کہا کہ جب حضور نبی کریم ﷺ کی ابوجہل کے قتل کی بشارت دینے والے نے بشارت دی تو آپ ﷺ نے تین مرتبہ اس سے اس ذات کی قسم لی جس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے، تو اس نے کہا واللہ میں نے اسے مقتول دیکھا تو حضور نبی کریم ﷺ سجدے میں چلے گئے۔ (عمدۃ القاری، ج ۱۷، ص ۱۱۴)

ابوجہل کا قتل

حضرت حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کی لڑائی کے دن فرمایا، کون دیکھ کر آئے گا کہ ابوجہل کا کیا ہوا؟ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ معلوم کرنے گئے تو دیکھا کے عفراء کے دونوں لڑکوں نے اسے قتل کر دیا تھا اور اس کا جسم ٹھنڈا پڑا ہے۔ انہوں نے اس کی ڈاڑھی پکڑ کر کہا، تو ہی ابوجہل ہے؟ اس نے کہا، کیا اس سے بھی بڑا کوئی آدمی ہے جسے آج اس کی قوم نے قتل کر ڈالا ہے، یا (اس نے یوں کہا کہ) تم لوگوں نے اسے قتل کر ڈالا ہے؟ (بخاری)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہ بدر کی لڑائی میں وہ ابوجہل کے قریب سے گزرے، ابھی اس میں تھوڑی سی جان باقی تھی، اس نے ان سے کہا، اس سے بڑا کوئی اور شخص ہے جس کو تم نے مارا ہے؟ (بخاری)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے قبلہ رو ہو کر قریش کے کچھ افراد (سرداروں) کی ہلاکت کے لئے دعا کی یعنی شیبہ بن ربیعہ، عتبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ اور ابوجہل بن ہشام کے لئے پس اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر کہتا

Marfat.com

ہوں کہ میں نے میدان بدر کے اندر پڑے ہوئے دیکھا کہ دھوپ سے ان کی لاشیں پھول گئی تھیں اور وہ گرم ترین دن تھا۔ (بخاری)

امیہ بن خلف کا قتل

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے سورت نجم کی تلاوت فرمائی پھر اس کے ساتھ سجدہ کیا اور آپ ﷺ کے ساتھ دوسرے لوگوں نے بھی سجدہ کیا سوائے ایک بوڑھے (امیہ بن خلف) کے کہ اس نے ذرا سی مٹی اٹھا کر پیشانی پر لگائی اور کہا میرے لئے یہی کافی ہے۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے (میدان بدر) کے اندر اسے حالت کفر میں مقتول دیکھا۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کا عہدِ صحابہ میں اجتہاد اور خدمت افتاء

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کو یہ فخر حاصل ہے کہ وہ عہد صحابہ میں اجتہاد کرتے تھے اور ان کے فتووں کو مانا جاتا تھا، چنانچہ امام ابو اسحاق الشیرازی الشافعی رحمہ اللہ متوفی ۴۷۶ھ تحریر فرماتے ہیں:

"أصحاب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کشریح و الأسود رحمہ اللہ و عقلمة کانوا یجتھدون فی زمن الصحابة ولم ینکر علیھم أحد"۔ (کتاب اللمع)

"حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد جیسے قاضی شریح، اسود اور علقمہ رحمہم اللہ عہد صحابہ میں اجتہاد کرتے تھے اور کسی نے ان پر نکیر نہیں کی۔"

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کا روایتی وثقاہتی معیار

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کو فقہ وحدیث میں جو مرتبہ ومقام حاصل تھا، ان کا اندازہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے اس بیان سے کیا جاسکتا ہے، موصوف لکھتے ہیں: "اور لیکن اہل حدیث جیسے شعبہ رحمہ اللہ اور یحیی بن سعید القطان رحمہ اللہ اور اربابِ صحاح ستہ وسنن، حفاظ اور غیر ثقات میں تمیز کرتے تھے، چنانچہ وہ کوفہ اور بصرہ کے

Marfat.com

ایسے ثقہ راویوں کو جن کی ثقاہت شک وشبہ سے بالاتر ہے، خوب جانتے تھے اور ان میں بہت سے ایسے راوی بھی ہیں جو بہت سے حجازی راویوں سے بھی افضل و برتر تھے۔ اور کوئی عالم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کی ثقاہت کے متعلق شک وشبہ میں پڑتا ہی نہیں تھا، جیسے علقمہ رحمہ اللہ، اسود رحمہ اللہ، عبیدہ سلمانی رحمہ اللہ، حارث تمیمی رحمہ اللہ، شریح قاضی رحمہ اللہ، ابراہیم نخعی رحمہ اللہ، حکم بن عتیبہ رحمہ اللہ، ان کے بعد انہی جیسے حفاظ رواۃ سب سے زیادہ معتبر اور سب سے بڑھ کر حافظ موجود تھے۔ چنانچہ علماء اسلام کا اس امر پر اتفاق ہے کہ شناسانِ حدیث نے جن حدیثوں کو صحیح قرار دیا ہے، ان سے استدلال اور حجت پیش کرنا درست ہے۔ ان اہل علم کا تعلق خواہ کسی شہر سے ہو، اور ابوداؤد سجستانی رحمہ اللہ نے ایسی حدیثوں کو جن کی روایت میں ہر شہر کے علماء منفرد ہیں، انہیں ایک کتاب میں جمع کیا ہے جو ''مفاریدأهل الأمصار'' کے نام سے مشہور ہے۔'' (مجموع الفتاویٰ)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کی کوفہ میں تعلیمی خدمات کا فیضان

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کی تعلیمی خدمات کے متعلق محمد بن سیرین رحمہ اللہ متوفی ۱۱۰ھ کے بھائی نامور عالم انس بن سیرین بصری رحمہ اللہ (۳۴۔۱۲۰ھ) کا بیان قاضی حسن بن خلاد رحمہ اللہ متوفی ۳۶۰ھ نے بسند متصل ''المحدث الفاصل'' میں زینتِ کتاب کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

''قدمت الكوفة قبل الجماجم فرأيت فيها أربعة آلاف يطلبون الحديث و أربع ماءة قد تفقهوا''۔ (المحدث الفاصل، ص:۵۶۰)

''میں دیر جماجم کے واقعہ یعنی ۸۲ھ سے پہلے کوفہ میں گیا تو میں نے دیکھا کہ یہاں چار ہزار طلبۂ حدیث پڑھتے تھے اور چار سو طلبہ فقیہ بن چکے اور فقہی بصیرت حاصل کر چکے تھے۔''

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد تابعین میں صرف کوفے میں چار سو فقیہ موجود تھے۔

Marfat.com

دوسرے اسلامی قلمرو کے بلاد اور دیہات کا کیا ذکر؟ ذرا نظر کو بلند کیجئے! عہد صحابہ میں کسی صحابی کے شاگردوں کو کہیں ایسے القاب سے یاد کیا گیا ہے اور کیا کسی مجتہد کی تعلیمی و تدریسی خدمات کو خلافت راشدہ میں ایسے شاندار الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا گیا ہے، جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تلامذہ کو پیش کیا ہے؟ یہ نتیجہ وثمرہ اس فقہی بصیرت کا ہے جو انہیں حاصل تھی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کی تعلیمی و تدریسی خدمات کے عہد اموی میں جو شاندار نتائج وثمرات اور ان کے دیرپا اثرات کوفہ میں نکلے، اس کی نظیر اسلامی قلمرو کے وسیع وعریض قطعہ میں کہیں اور مشکل سے ملے گی۔

ایک ظرف جو علم سے بھرا ہوا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے تبحر علمی وملکہ اجتہاد کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین معترف تھے' حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جب ان کو دیکھتے تو چہرہ بشاش ہو جاتا اور فرماتے: ''ایک ظرف ہے جو علم سے بھرا ہوا ہے'' ایک مرتبہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے چند کوفیوں نے ان کے تقویٰ' حسن خلق اور تبحر علمی کی بے حد تعریف کی' انہوں نے پوچھا: ''کیا تم سچے دل سے کہتے ہو؟'' بولے ''ہاں!'' فرمایا: ''تم لوگوں نے عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ،) کی جو کچھ تعریف کی ہے' میں ان کو اس سے بھی بہتر خیال کرتا ہوں۔ (طبقات ابن سعد)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے تلامذہ کا فقہی مقام حضرت عمر رضی اللہ عنہ وعلی رضی اللہ عنہ کی نظر میں

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے شاگردوں کو اجتہاد و فقہی بصیرت میں ایسا پختہ کیا تھا کہ دور فاروقی وعثمانی اور عہد مرتضوی میں کوفہ کا قاضی حضرت شریح رحمہ اللہ (۷۸ھ) کو بنایا گیا تھا، جنہوں نے بعض مقدمات میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت

Marfat.com

علی رضی اللہ عنہ کے خلاف فتویٰ دیا تھا اور انہیں عہدۂ قضا سے معزول نہیں کیا گیا، چنانچہ ابوبکر الجصاص رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''حضرت عمر و حضرت علی رضی اللہ عنہما نے حضرت شریح رحمہ اللہ کو کوفہ کا قاضی بنایا اور ان کے فیصلوں پر اعتراض نہیں کیا، باوجودیکہ قاضی شریح رحمہ اللہ نے بہت سے مسئلوں میں ان سے اختلاف کیا۔'' (أصول الجصاص، ج: ۲، ص: ۱۵۶-۱۵۷)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دن حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو آتے دیکھا تو حاضرین مجلس سے فرمایا: ''کنیف ملئ علما''۔۔۔ ''یہ علم بھرا باڑا ہے'' دوسری مرتبہ فرمایا: ''کنیف ملیءَ فقہا'' ''تفقہ و فقہی بصیرت سے بھرا باڑا ہے''۔

(الطبقات الکبری، ج: ۲، ص: ۳۴۴)

خلیفہ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کو: ''أصحاب سراج ھذہ القریۃ'' (تاریخ الثقات للعجلی، طبع ۱۴۰۵ھ، ص: ۲۷۶)

یہ اس بستی (کوفہ) کے علمی چراغ ہیں'' کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ اس سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کے علمی مقام کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

Marfat.com

2- حضرت سالم مولی ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ

سالم مولی ابی حذیفہ مسجد قباء کے امام تھے، مہاجرین اولین اکثر ان کے پیچھے نمازیں پڑھتے تھے۔

نام، نسب

سالم نام، ابوعبداللہ کنیت، والد کے نام میں اختلاف ہے، بعض عبید بن ربیعہ اور بعض مغفل لکھتے ہیں، یہ ایرانی الاصل ہیں، اصطخر ان کا آبائی مسکن تھا، شبیتہ بنت یعار انصاریہ کی غلامی میں مدینہ پہنچے، انہوں نے آزاد کر دیا، تو ابوحذیفہ نے ان کو اپنا متبنیٰ کر لیا، اس لحاظ سے ان میں انصار و مہاجر کی دونوں حیثیتیں مجتمع ہیں۔ (اسد الغابہ: ۲/۲۴۵)

وہ عموماً سالم بن حذیفہ کے نام سے مشہور تھے، ابوحذیفہ بھی ان کو اپنے لڑکے کی طرح سمجھتے تھے اور اپنی بھتیجی فاطمہ بنت ولید سے بیاہ دیا تھا، لیکن جب قرآن میں یہ آیت نازل ہوئی ''ادعوھم لابائھم'' یعنی لوگوں کو اپنے نسبی آباء کے انتساب سے پکارا کرو تو سالم بھی ابن کے بجائے مولی ابی حذیفہ کے لقب سے مشہور ہوئے۔ (ابوداؤ کتاب النکاح اب فی من حرم)

اسلام و ہجرت

حضرت سالم مکہ میں ابوحذیفہ کے ساتھ مسکن گزین تھے، دعوت اسلام کا غلغلہ بلند ہوا تو انہوں نے ابتدا ہی میں لبیک کہا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوعبیدہ بن الجراح سے مواخات کرادی۔ (طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث: ۶۱)

ہجرت کے موقع میں ابوحذیفہ کے ہمراہ تھے، مدینہ پہنچ کر عباد بن بشر کے مہمان ہوئے اور معاذ بن ماعض انصاری سے مواخات ہوئی۔ (ابوداؤد کتاب انکاح باب فی من حرم)

ابوعمر نے کہا کہ ان کا نام سالم ابن معقل اور ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے اور یہ اہل

Marfat.com

فارس سے ہیں اور ان کے شہر کا نام اصطخر ہے، ایک قول کے مطابق یہ فارس کے ان علاقوں سے ہیں جہاں فارسی بولی جاتی ہے (یعنی اصطخر سے نہیں) یہ فضلاء اور کبار صحابہ میں سے تھے اسی لئے ان کو مہاجرین میں شمار کیا گیا کیونکہ جب ان کی مالکہ ابوحذیفہ کی بیوی نے ان کو آزاد کیا تو ابوحذیفہ نے ان کو اپنا بیٹا بنالیا اسی لئے ان کو مہاجرین میں شمار کیا جاتا ہے اور ان کو انصار بنی عبید میں بھی شمار کیا جاتا ہے اس لئے کہ ان کی مالکن حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کہ زوجہ قبیلہ انصار سے تھیں اور یہ قریشی مہاجرین میں شمار ہوتے ہیں جیسا کہ ذکر کیا گیا، اور انصار میں بھی جیسا ہم نے ذکر کیا اور عجم میں کیونکہ یہ عجم سے تھے اور قراان میں بھی ان کو شمار کیا جاتا ہے وہ علاقے جہاں عربی اور فارسی دونوں بولی جاتی ہے یہ قبا میں مہاجرین کے امام تھے اور ان میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ان کے اور معاذ بن ماعص کے مابین بھائی چارہ قائم کیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے:

لَوْ كَانَ سَالِم حَيًا مَا جَعَلْتهَا شُورَى

اگر سالم زندہ ہوتے تو میں انتخاب خلیفہ کے لئے کمیٹی نہ بناتا

حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ حضرت سالم کو اپنا بیٹا بنالیا تھا سو ان کو حضرت حذیفہ کی طرف منسوب کیا جانے لگا اور کہا جانے لگا سالم بن ابی حذافہ یہاں تک کہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ "ادعوهم لآباءهم" (الاحزاب:۵)

حضرت سالم ثبیتہ بنت یعار بنت زید بن عبید بن زید ابن مالک بن عوف بن عمرو بن عوف انصاریہ کے غلام تھے یہ مہاجرات اولیٰ میں سے ہیں اور فضلاء صحابیات میں سے ہیں علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ثبیتہ کہا جب کہ ایک قول ہے کہ ان کا نام عمرہ بنت یعار ہے اور ابن اسحاق سے مروی ہے کہ ان کا نام سلمٰی بنت یعار ہے اور ابوعمرو نے کہا کہ سالم حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام غزوہ بدر میں شریک ہوئے اور جنگ یمامہ

Marfat.com

میں شہید ہوئے اور حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ بھی جنگ یمامہ میں شہید ہوئے ان میں ایک کا سر دوسرے کے قدموں میں تھا اور یہ ہجرت کا بارہواں سال تھا، حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کے نام میں اختلاف ہے۔ ایک قول مھشم اور ایک قول ھشیم اور ایک قول ہاشم بن عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف قرشی عبشمی کا ہے اور یہ اولین مہاجرین میں فضلاء صحابہ میں سے ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے شرف اور فضل کو جمع فرمایا، انہوں نے دونوں قبلوں کی طرف رخ کر کے نماز ادا کی اور دو ہجرتیں کیں انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کے دار ارقم میں داخلے سے قبل اسلام قبول کیا یہ غزوہ بدر، احد، خندق، حدیبیہ اور تمام مشاہد میں شریک ہوئے اور جنگ یمامہ میں شہید ہوئے جیسا کہ ابھی ذکر کیا گیا ہے، اس وقت ان کی عمر ۵۳ یا ۵۴ سال تھی۔ (عمدۃ القاری: ج ۱۶، ص ۳۳۹)

غزوات

غزوۂ بدر، احد، خندق اور عہدِ نبوی ﷺ کی تمام جنگوں میں معرکہ آرا تھے، عہد صدیقی میں یمامہ کہ مہم پر بھیجے گئے، مہاجرین کا علم ان کے ہاتھ میں تھا، ایک شخص نے اس پر نکتہ چینی کی اور کہا: ہم کو تمہاری طرف سے اندیشہ ہے، اس لیے ہم کسی دوسرے کو علمبردار بنائیں گے، بولے، اگر میں بزدلی دکھاؤں تو میں سب سے زیادہ بدبخت حاملِ قرآن ہوں، یہ کہہ کر نہایت جوش کے ساتھ حملہ آور ہوئے اور درحقیقت انہوں نے اپنے کو بہترین حاملِ قرآن ثابت کیا، اثنائے جنگ میں داہنا ہاتھ قلم ہوا تو بائیں ہاتھ نے قائم مقامی کی۔ وہ بھی شہید ہوا تو دونوں بازوؤں نے حلقہ میں لے کر لوائے توحید کو سینہ سے چمٹا دیا، زبان پر یہ فقرہ جاری تھا "وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ" (اسد الغابہ: ۲/۲۴۵)

شہادت

ابن سعد کی روایت ہے کہ جنگ یمامہ کے موقع پر جب مسلمانوں کے پاؤں پیچھے پڑنے لگے تو سالم نے کہا افسوس! رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تو ہمارا یہ حال نہ تھا، وہ اپنے

Marfat.com

لیے ایک گڑھا کھود کر اس میں کھڑے ہو گئے اور علم سنبھالے ہوئے آخر لمحہ حیات تک جانبازانہ شجاعت کے جوہر دکھاتے رہے، اختتام جنگ کے بعد دیکھا گیا تو اس شہید ملت کا سر اپنے منہ بولے باپ ابوحذیفہ کے پاؤں پر تھا۔ (طبقات ابن سعد قسم اول جز ۲: ۶۱)

روایت ہے عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے فرماتے ہیں کہ جب پہلے مہاجر مدینہ میں آئے تو ان کی امامت ابوحذیفہ کے غلام سالم کرتے تھے حالانکہ ان میں عمر اور ابوسلمہ بن عبدالاسد ہوتے (بخاری) حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قرآن چار شخصوں سے سیکھو، ابن مسعود، ابی ابن کعب، معاذ ابن جبل، سالم مولیٰ ابی حذیفہ (جامع صغیر سیوطی)

صحابی رضی اللہ عنہ! جن کے علم کا اعتراف خود نبی کریم ﷺ نے کیا

میں ان کے اوصاف حمیدہ سے واقف ہوں' وہ گھر آتے ہیں تو ہنستے ہوئے' باہر جاتے ہیں تو مسکراتے ہوئے' کچھ مانگو تو بخل نہیں کرتے اور خاموش رہو تو مانگنے کا انتظار نہیں کرتے' اگر کوئی کام کر دو شکر گزار ہوتے ہیں اور خطا ہو جائے تو معاف کر دیتے ہیں۔

حضرت سالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اپنی خوش الحانی و حفظ قرآن کے باعث صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین میں نہایت عزت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے جس قدر مہاجرین مدینہ پہنچے تھے' (حضرت) سالمؓ مسجد قبا میں ان کی امامت کرتے تھے۔

(بخاری کتاب الصلوٰۃ باب امامۃ العبد والمولیٰ)

حضرت سالم رضی اللہ عنہ کی خوش الحانی

حضرت سالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ان بزرگوں میں تھے جو طبقہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں فن قراءت کے امام سمجھے جاتے تھے' آنحضرت ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ قرآن چار آدمیوں سے حاصل کرو یعنی ابن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سالم مولیٰ ابی حذیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ابی بن کعب اور معاذ بن جبل سے۔ خدائے پاک نے خوش گلو اس قدر بنایا تھا

Marfat.com

کہ جب آیات قرآنی تلاوت فرماتے تو لوگوں پر ایک محویت طاری ہو جاتی اور راہ گیر ٹھٹھکلکر سننے لگتے' ایک دفعہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہونے میں دیر ہوئی' آپ ﷺ نے توقف کی وجہ پوچھی تو بولیں کہ ایک قاری تلاوت کر رہا تھا اس کے سننے میں دیر ہوگئی اور خوش الحانی کی اس قدر تعریف کی کہ آنحضرت ﷺ خود چادر سنبھالے ہوئے باہر تشریف لے آئے دیکھا تو سالم مولیٰ ابی حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔ آپ ﷺ نے خوش ہو کر فرمایا خدا کا شکر ہے کہ اس نے تمہارے جیسے شخص کو میری امت میں بنایا۔ (اصابہ تذکرہ سالم رضی اللہ عنہ)

وہ مسجد قباء کے امام تھے' مہاجرین اولین جن میں حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین بھی شامل تھے' اکثر ان کے پیچھے نمازیں پڑھتے تھے۔ غرض قرآن کریم کی برکت اور علم و فضل نے ان کو غیر معمولی عظمت و شرف کا مالک بنا دیا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی بے حد تعریف فرمایا کرتے تھے' یہاں تک کہ جب دم واپسی کے وقت انہوں نے منصب خلافت کے متعلق وصیت فرمائی تو کہا ''اگر سالم موجود ہوتے تو میں اس مسئلہ کو مجلس شوریٰ میں پیش نہ ہونے دیتا۔'' یعنی وہ ان کو اپنا جانشین بناتے۔

(اسد الغابہ جلد ۲ ص ۲۴۶)

❖❖❖❖❖

Marfat.com

3- حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ

نام ونسب

آپ کا اسم گرامی معاذ بن جبل بن عمرو ہے اور کنیت ابوعبدالرحمن ہے۔نسب نامہ یہ ہے: معاذ بن جبل بن عمرو بن اوس بن عائذ بن عدی بن کعب بن عمرو بن ادی بن علی بن اسد ابوعبدالرحمن الانصاری الخزرجی۔ (الاصابہ فی تمیز الصحابہ: ج ۳ ص ۱۸۴۷، رقم الترجمۃ: ۸۰۴۰)

قبول اسلام

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا تعلق مدینہ منورہ سے تھا، اس لیے جب مدینہ منورہ میں اسلام کی دعوت شروع ہوئی تو آپ نے اسلام قبول کرلیا۔

فضائل ومناقب اور قوتِ اجتہاد

❖ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ایسی جماعت عطا فرمائی جنہوں نے آپ کے اوصاف کو اپنے اندر محفوظ کیا۔ ہر صحابی میں کوئی ایک صفت نمایاں تھی۔ مثلاً حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میں صفتِ صداقت، حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں صفتِ عدالت، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میں صفتِ سخاوت اور حضرت علی رضی اللہ عنہ میں صفتِ شجاعت نمایاں تھی۔ آپ علیہ السلام کی ایک صفت علم اور فقہ بھی تھی۔ آپ علیہ السلام نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو حلال وحرام کا سب سے زیادہ جاننے والا قرار دیا ہے۔ فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

اعلم بالحلال والحرام معاذ بن جبل

(جامع الترمذی: ج ۲ ص ۲۱۹ باب مناقب معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ)

Marfat.com

یعنی معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ میری امت میں حلال وحرام کو سب سے زیادہ جاننے والے ہیں اور جس فن میں حلال وحرام کے احکامات بیان کئے جائیں اسے "علم فقہ" کہتے ہیں، تو گویا آپ علیہ السلام نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو فقہ کا بڑا ماہر قرار دیا۔

❖ عہدِ رسالت میں چند حضرات کو قرآن کریم جمع کرنے کی سعادت نصیب ہوئی ان میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا نام بھی ہے۔

(جامع الترمذی: ج ۲ ص ۲۱۹ باب مناقب معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ)

❖ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو چار صحابہ سے قرآن کریم پڑھنے اور سیکھنے کا حکم دیا۔ فرمان نبوی ہے:

استقرءوا القرآن من اربعة؛ عبدالله بن مسعود فبدا به وسالم مولیٰ ابی حذیفة وابی بن کعب ومعاذ بن جبل (صحیح البخاری)

چار شخصوں سے تعلیمات قرآن حاصل کرو۔ حضرت عبداللہ بن مسعود، سالم مولیٰ ابی حذیفہ، ابی بن کعب اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو سارے علم وعمل کے پہاڑ اور فضل وولایت کے سمندر ہیں، ان سب کے پاسِ وضع اور حفظِ مراتب کے باوجود ان چار کو قرآن کے ساتھ خاص کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ قرآنیات کے سلسلے میں یہ حضرات ممتاز مقام ومرتبہ کے حامل ہیں۔

دربارِ نبوی علی صاحبہا السلام سے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے اجتہاد کی تائید:

❖ حضور علیہ السلام نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا روانگی کے وقت ان سے سوال کیا:

كَيْفَ تَقْضِي إِذَا عَرَضَ لَكَ قَضَاءٌ قَالَ أَقْضِي بِكِتَابِ اللهِ قَالَ فَإِنْ لَمْ تَجِدْ فِي كِتَابِ اللهِ قَالَ فَبِسُنَّةِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ فَإِنْ لَمْ تَجِدْ فِي سُنَّةِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم وَلَا فِي كِتَابِ اللهِ قَالَ أَجْتَهِدُ بِرَأْيِي وَلَا آلُو فَضَرَبَ

Marfat.com

رَسُولُ اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم صَدْرَہٗ وَقَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِی وَفَّقَ رَسُولَ رَسُولِ اللہِ لِمَا یُرْضِی رَسُولَ اللہِ (سنن ابی داود ج ۲ ص ۱۴۹ باب اجتہاد الرای فی القضاء)

اے معاذ! یمن میں جا کر لوگوں کے درمیان فیصلے کیسے کرو گے؟ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میں کتاب اللہ کو سامنے رکھ کر لوگوں کے فیصلے کروں گا۔ آپ علیہ السلام نے پوچھا: اگر تجھے وہ مسئلہ کتاب اللہ میں نہ ملے تو پھر؟ عرض کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں سے اس کا حل تلاش کروں گا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: اگر دونوں میں نہ ملے تو؟ آپ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں کسی قسم کی کوتاہی کیے بغیر اپنی رائے سے اس کو حل کروں گا۔ آپ علیہ السلام نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے سینے پر اپنا ہاتھ مبارک مارا اور اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے فرمایا: اے اللہ! تیرا شکر ہے کہ تو نے اپنے نبی کے قاصد سے وہ بات کہلوائی جس کو سن کر تیرا پیغمبر خوش ہو گیا۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ آپ علیہ السلام نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے مجتہد ہونے کی تائید و تصویب فرمائی۔

❖ آپ علیہ السلام نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ لوگ آپ سے مسائل پوچھیں گے تو کیسے بتاؤ گے؟ اس سے ثابت ہوا کہ قرآن و حدیث کے ہوتے ہوئے بھی کسی مجتہد کی ضرورت ہے، جو نئے پیش آمدہ مسائل کا حل پیش کرے۔ قرآن و حدیث سے مسائل کا استنباط ہر کسی کا کام نہیں۔ اگر ہر شخص مسائل کو استنباط کر سکتا تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے: حضور! یمن والوں کے پاس تو قرآن بھی ہے اور حدیث بھی، میرے پاس کیوں آئیں گے؟

❖ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اکیلے یمن کی طرف گئے، یہ مجتہد تھے، باقی لوگ مسائلِ اجتہادیہ میں ان کی طرف رجوع کرتے تھے۔ تو ایک جگہ پر ایک مجتہد باقی اس کے مقلد ہوں یہ ترتیب خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لگائی ہے، یہ تقلید شخصی ہے۔

Marfat.com

❖ مجتہد کے لیے مسائل کے حل کی ترتیب یہ ہوگی:

۱: کتاب اللہ، ۲: سنت رسول اللہ، ۳: اجتہاد

❖ اس حدیث میں منکرینِ حدیث اور منکرینِ فقہ دونوں کی تردید ہے۔ منکرینِ حدیث کا نظریہ یہ ہے کہ تمام مسائل کے حل کے لیے قرآن کافی ہے، ذخیرۂ احادیث مشتبہ ہے اس لیے قابلِ اعتبار نہیں۔ منکرینِ فقہ کا خیال خام یہ ہے کہ قرآن وحدیث زندگی کے تمام شعبوں کو محیط ہے، فقہ واجتہاد کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ حدیث بتاتی ہے کہ قرآن وسنت کے ساتھ اجتہاد وفقہ بھی شریعتِ اسلامیہ کا جزولاینفک ہے۔

❖ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر مسئلہ کتاب وسنت میں نہ ملے تو "أَجْتَهِدُ بِرَأْيِي" (میں اپنی رائے سے مسائل کا استنباط کروں گا)

اس معلوم ہوا کہ وہ مسائل جن کے بارے میں صراحتاً قرآن وحدیث میں رہنمائی نہ ملے ان میں رائے سے کام لینا کوئی معیوب یا معتوب نہیں۔

❖ کسی شخص کا صاحبِ رائے ہونا اس کے حق میں عیب کی بات نہیں۔ صاحبِ رائے وہ ہوتا ہے جو قرآن و حدیث اور اجتہاد میں ید طولیٰ رکھتا ہو۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ صاحبِ رائے تھے اور ان کی عظمت کے لیے یہی ایک فضیلت ہی کافی ہے۔

❖ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے جب فرمایا کہ میں اجتہاد کروں گا تو آپ علیہ السلام نے خوش ہوکر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے سینے پر ہاتھ مارا۔

اس حدیث کے ساتھ ایک دوسری حدیث ملائیں تو مجتہد کی عظمت واضح ہوجائے گی۔ صحیح بخاری میں روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: حضور! میں آپ سے حدیثیں سنتا ہوں، بہت ساری بھول جاتا ہوں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: اچھا! چادر بچھاؤ۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے چادر بچھائی، حضور نے اس پر ہاتھ لگائے اور فرمایا: ابوہریرہ! اس کو سینے سے لگاؤ۔ حضرت

Marfat.com

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے وہ چادر اپنے سینے سے لگائی۔ فرماتے ہیں: اس کے بعد مجھے پیغمبر کی زبان سے نکلنے والا ایک لفظ بھی نہیں بھولا۔ لیکن جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی باری آئی تو آپ علیہ السلام نے بغیر کسی واسطہ کے سینہ پر ہاتھ مارا۔ اس سے محدث و مجتہد کی عظمت کا فرق واضح ہوا۔ محدث کی باری آئی تو ان کے سینہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں کے درمیان چادر کا واسطہ موجود ہے اور جب فقیہ کی باری آئی تو پیغمبر کے ہاتھوں اور فقیہ کے سینہ کے درمیان کوئی واسطہ نہیں۔

❖ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے اجتہاد پر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشی کا اظہار فرمایا۔ معلوم ہوا کہ مجتہد کے اجتہاد پر خوش ہونا پیغمبر علیہ السلام کا طریقہ ہے اور ناراض ہونا۔

الحاصل یہ حدیث مبارکہ حضرت معاذ رضی اللہ کے مجتہد ہونے کی واضح دلیل ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ مسائل اجتہادیہ میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو اجتہاد کا حکم ہے اور یمن والوں کو ان کی تقلید کا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو فقیہ ہونے کی سند دی۔ چنانچہ ایک خطبہ میں لوگوں کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا:

من اراد ان یسال عن الفقه فلیات معاذ بن جبل۔

(المعجم الاوسط للطبرانی: ح: ۳۷۸۳، تذکرۃ الحفاظ للذہبی: ج ۱ ص ۲۰)

کہ جس شخص کو کوئی فقہی مسئلہ درپیش ہو تو وہ معاذ بن جبل سے پوچھ لیا کرے۔

حضرت اسود بن یزید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

أَتَانَا مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ بِالْيَمَنِ مُعَلِّمًا وَأَمِيرًا فَسَأَلْنَاهُ عَنْ رَجُلٍ تُوُفِّيَ وَتَرَكَ ابْنَتَهُ وَأُخْتَهُ فَأَعْطَى الِابْنَةَ النِّصْفَ وَالْأُخْتَ النِّصْفَ۔ (صحیح البخاری)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ یمن میں معلم یا امیر بن کر آئے۔ ہم نے ان سے ایک مسئلہ پوچھا کہ ایک شخص فوت ہو گیا اور اس نے ورثاء میں ایک بیٹی اور ایک بہن چھوڑی

Marfat.com

ہے۔اب وراثت کیسے تقسیم ہوگی؟ تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اس کی وراثت کا نصف حصہ اس کی بیٹی کو دیا اور نصف اس کی بہن کو۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ وہ مجتہد ہیں جن کو اجتہاد کی سند خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی ان کی تائید فرمائی۔اس سے اندازہ لگائیں کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کتنے عظیم المرتبت مجتہد وفقیہ تھے۔اسی وجہ سے امام ذہبی رحمہ اللہ ان کا تذکرہ ان الفاظ میں فرماتے ہیں

کان من نجباء الصحابۃ وفقھائھم (تذکرۃ الحفاظ)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فقہاء اور اونچے درجہ کے صحابہ کرام میں سے تھے۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا وصال

۱۸ھ میں ۳۶ سال کی انتہائی کم عمر میں فقہ واجتہاد کا یہ نامور سپوت دنیا فانی چھوڑ کر دنیا باقی کی طرف رخصت ہوگیا۔

فضائل ومناقب حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ

حضرت معاذ بن جبل انصاری خزرجی،کنیت ابوعبداللہ ہے،بیعت عقبہ کرنے والے ستر انصار میں آپ بھی تھے،بدر اور تمام غزوات میں حضور کے ساتھ رہے،حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو یمن کا گورنر بنایا،عمر فاروق نے شام کا حاکم مقرر کیا۔طاعون عمواس میں بعمر ۳۸ سال آپ کی وفات ہوئی،شام میں قبر شریف ہے،آپ کے فضائل بے حد بے شمار ہیں۔(مرآۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح)

اہل یمن نے امیر اور معلّم مانگا،تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل کو بلایا اور کہا تم یمن چلے جاؤ تمہاری وہاں ضرورت ہے،گورنر مقرر فرمایا اور کہا شاید تم مجھ سے نہ مل سکو گے،پھر جب روانہ ہونے لگے،تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیدل چل رہے تھے اور معاذ بن جبل سواری پر تھے،جب معاذ نے عرض کیا کہ اگر مجھے فیصلہ کرنے کے لیے قرآن وسنت

Marfat.com

میں کوئی چیز نہ ملے تو اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس جواب سے اتنی خوشی ہوئی تھی، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرستادہ کو اس چیز کی توفیق دی جس سے اللہ کا رسول راضی ہے۔ جب معاذ یمن سے واپس آئے تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے پردہ فرما چکے تھے۔ معاذ بن جبل بن عمرو بن اوس بن عائذ الانصاری ہیں، جو اٹھارہ سال کی عمر میں مسلمان ہوئے بیعت عقبہ میں شریک ہونے والے ستر جلیل القدر صحابہ میں سے ایک یہ بھی تھے۔ عمرو بن جموح بن جموح کو بت پرستی اور بتوں سے متنفر کرنے والوں میں ان کا بھی کردار تھا۔ آپ کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ زبانِ نبوت سے آپ کو یہ سند عطا ہو"اعلم امتی بالحلال والحرام معاذ بن جبل" کہ میری امت میں سب سے زیادہ حلال وحرام سے واقف معاذ بن جبل ہیں۔

مسروق بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود کی موجودگی میں آیت پاک "اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ" پڑھی گئی تو انھوں نے فرمایا کہ معاذ بھی ایک امت تھے، اللہ کے فرمانبردار تھے، ان کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا، جانتے ہو "امت" وہ شخص ہے جو لوگوں کو خیر کی باتیں سکھاتا ہے۔

(فتح الباری جلد ۸، صفحہ ۴۹۴)

ابو مسلم خولانی کا بیان ہے کہ ایک روز میں دمشق کی جامع مسجد میں آیا تو وہاں عمر رسیدہ صحابہ کرام تشریف فرما تھے اور ان میں ایک نوجوان سُرمیلی آنکھوں والا اور چمکیلے دانتوں والا تھا، جب یہ حضرات کسی بات میں اختلاف کرتے تو یہ لوگ اس نوجوان کی طرف رجوع کرتے۔

میں نے پوچھا یہ جوان کون ہے؟ بتایا گیا کہ یہ معاذ بن جبل (ان کی کنیت ابوعبدالرحمن، لقب امام الفقہاء ہے) ہیں، پھر ان سے بڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان

Marfat.com

کو خوش نصیب افراد میں شامل فرمایا اور وہ کتابت قرآن کے شرف سے مشرف ہوئے، یہ ان پر اعتماد کامل اور علم کی پختگی کی ایک دلیل تھی، اسی طرح فتح مکہ کے بعد جب لوگ گروہ در گروہ دائرہ اسلام میں داخل ہو رہے تھے، تو ان میں مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر انتخاب انہی پر پڑی اور انہیں کو اس کام کے لیے متعین فرمایا۔

معاذ بن جبل کے متعلق نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی منقول ہے "معاذ امام العلماء یوم القیامۃ برتبۃ" معاذ کو قیامت کے دن علماء کی پیشوائی حاصل ہوگی اور ایک بڑا درجہ ان کو ملے گا۔

(ماہنامہ دار العلوم، شمارہ ۵، جلد: ۹۴، جمادی الاولیٰ جمادی الثانی ۱۴۳۱ھ مطابق مئی ۲۰۱۰ء)

یمن کے گورنر

جب اہل یمن نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ ہمارے ساتھ آپ ایک ایسا آدمی بھیج دیجئے جو صرف امیر ہی نہ ہو، بلکہ معلّم بھی ہو، تو اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر مبارک معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ پر پڑی، چنانچہ آپ نے ان کو اشارہ کر کے بلایا اور کہا کہ اے معاذ! تم یمن چلے جاؤ تمہاری وہاں ضرورت ہے، پھر آپ نے تبلیغ سے متعلق کچھ نصیحتیں فرمائی اور ان کو وہاں کا گورنر مقرر فرما دیا اور کہا کہ اے معاذ! واپسی میں شاید تم مجھ سے نہ مل سکو گے، یہ سننا تھا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے آنسو بہہ پڑے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی آنسو شدت محبت کی وجہ سے بہہ پڑے، پھر جب روانہ ہونے لگے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیدل چل رہے تھے اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سواری پر تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ ساتھ چل کر نصیحت بلکہ وصیت فرما رہے تھے، اے معاذ! لوگوں کے لیے آسانی پیدا کرنا، مشکلات پیدا نہ کرنا، انہیں خوشی و مسرت کا پیغام سنانا، ایسی کوئی بات نہ کرنا جس سے انہیں دین سے نفرت ہو جائے۔

اس سفر کا منظر بھی عجیب تھا کہ محبوب پیدل چل رہے تھے اور محب سوار، جی ہاں!

Marfat.com

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیدل تھے اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار تھے۔

اس وقت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کتنے خوش تھے، اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اگر مجھے فیصلہ کرنے کے لیے قرآن وسنت میں کوئی چیز نہ ملے تو اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس جواب سے اتنی خوشی ہوئی تھی، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرستادہ کو اس چیز کی توفیق دی جس سے اللہ کا رسول راضی ہے۔

پھر اس وقت وہ حالت بھی عجیب تھی، کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے معاذ! ہوسکتا ہے آج کے بعد تم مجھ سے پھر نہ مل سکو، شاید واپسی میں تمہارا گذر میری مسجد اور قبر کے پاس ہی سے ہوگا۔

یہ سننا تھا کہ اس عاشق صادق کے پاؤں سے زمین نکل گئی اور زار وقطار رونے لگے، روایات میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا رائے انور مدینہ منورہ کی طرف پھیر لیا اور یہ ارشاد فرمایا: "ان اولی الناس بالمتقون حیث کانوا ومن کانو" یعنی میرے قریب ترین وہ لوگ ہیں جو متقی ہوں جہاں بھی ہوں اور جو بھی ہوں۔

چنانچہ یہی ہوا کہ جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ یمن سے واپس آئے تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے پردہ فرما چکے تھے اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر حاضر ہو کر رو رہے تھے۔

یہ خوبرو، خوش اخلاق، کشادہ دست، کریم النفس، خوش بیان اور شیریں بیان معاذ بن جبل بن عمرو بن اوس بن عائذ الانصاری ہیں، جو اٹھارہ سال کی عمر میں مسلمان ہوئے اس وقت تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ ہجرت نہ فرمائی تھی، یہ مدینہ سے جا کر مشرف باسلام ہوئے تھے، بیعت عقبہ میں شریک ہونے والے ستر جلیل القدر صحابہ میں سے ایک

Marfat.com

یہ بھی تھے۔

اٹھارہ سال کی عمر، ابھرتی جوانی، سینہ میں موجزن ارمان، دنیا میں گھسنے کا خیال اور مستقبل کے عزائم کو پختہ کرنے کا زمانہ، مگر اسلام لانے کے بعد انھوں نے اپنی زندگی تبلیغ اسلام، تعلیم قرآن اور شرک کے خاتمے کے لیے وقف کر دی، چنانچہ حضرت عمرو بن جموح بن جموح رضی اللہ عنہ کو بت پرستی اور بتوں سے متنفر کرنے والوں میں ان کا بھی کردار تھا۔

دین کے مسائل سیکھنے اور قرآنی علوم پڑھنے میں اس طرح لگ گئے کہ ان کو دینی علوم میں مہارت تامہ حاصل ہو گئی، پھر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں وہ بشارت دی جس پر وہ بجا طور پر فخر کر سکتے ہیں۔

جماعت صحابہ میں آپ کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ زبانِ نبوت ترجمان حقیقت سے آپ کو یہ سند عطا ہو "اعلم امتی بالحلال والحرام معاذ بن جبل" کہ میری امت میں سب سے زیادہ حلال و حرام سے واقف معاذ بن جبل ہیں۔

مسروق علیہ الصلوٰۃ والسلام بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں آیت پاک "اِنَّ اِبۡرٰهِیۡمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ" پڑھی گئی تو انھوں نے فرمایا کہ معاذ بھی ایک امت تھے، اللہ کے فرمانبردار تھے، ان کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا، جانتے ہو "امت" وہ شخص ہے جو لوگوں کو خیر کی باتیں سکھاتا ہے۔ (فتح الباری جلد ۸، صفحہ ۲۹۴)

ایک مرتبہ میں حمص کی مسجد میں داخل ہوا تو وہاں میں نے گھنگریالے بالوں والے ایک نوجوان کو بیٹھا ہوا دیکھا اور لوگ اس کے ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے، جب وہ گفتگو کرتا تو یوں معلوم ہوتا کہ جیسے اس کے منہ سے نور کی کرنیں پھوٹ رہی ہیں اور موتی بکھر رہے ہیں، میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون ہے؟

لوگوں نے بتایا کہ یہ معاذ بن جبل ہیں۔ اسی طرح ابو مسلم خولانی کا بیان ہے کہ ایک

Marfat.com

روز میں دمشق کی جامع مسجد میں آیا تو وہاں عمر رسیدہ صحابہ کرام تشریف فرما تھے اور ان میں ایک نوجوان سُرمیلی آنکھوں والا اور چمکیلے دانتوں والا تھا، جب یہ حضرات کسی بات میں اختلاف کرتے تو یہ لوگ اس نوجوان کی طرف رجوع کرتے۔

میں نے پوچھا یہ جوان کون ہے؟ بتایا گیا کہ یہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ (ان کی کنیت ابوعبدالرحمن، لقب امام الفقہاء ہے) ہیں، پھر ان سے بڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خوش نصیب افراد میں شامل فرمایا اور وہ کتابت قرآن کے شرف سے مشرف ہوئے، یہ ان پر اعتماد کامل اور علم کی پختگی کی ایک دلیل تھی، اسی طرح فتح مکہ کے بعد جب لوگ گروہ در گروہ دائرہ اسلام میں داخل ہو رہے تھے، تو ان میں مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر انتخاب انہی پر پڑی اور انہیں کو اس کام کے لیے متعین فرمایا۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے متعلق نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی منقول ہے "معاذ امام العلماء یوم القیامۃ برتبۃ" معاذ کو قیامت کے دن علماء کی پیشوائی حاصل ہوگی اور ایک بڑا درجہ ان کو ملے گا۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے علم کی گہرائی اور گیرائی عطا کی تھی، تو جہاں انھوں نے اللہ تعالیٰ کے احکام کی بجا آوری اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق محبت اور سنت کی پیروی میں کوتاہی نہ کی، تو وہیں حقوق العباد کی رعایت بھی بڑی شدت سے فرماتے رہے، چنانچہ ان کے حالات میں لکھا ہے کہ ان کی دو بیویاں تھیں، جب ایک کی باری ہوتی تو دوسری کے گھر میں پانی تک نہ پیتے اور نہ وضو فرماتے۔

ان تمام خوبیوں کے ساتھ ساتھ وہ اس عظیم خوبی سے بھی بہرہ ور تھے جس کو اپنا کر مسلمانوں نے عظمت حاصل کی تھی، جس خوبی کی بدولت مسلمانوں کا دبدبہ، شان و شوکت اور نام تھا اور جس کو چھوڑنے کے بعد مسلمان پستی کی اتھاہ گہرائی کی طرف مسلسل رواں دواں ہیں اور جہاں دیکھو مسلمان ذلت و رسوائی کی زندگی گزار رہے ہیں۔

Marfat.com

حضور نے حضرت معاذ بن جبل کو عمامہ باندھا

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب حضرت سیّدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجنے کا ارادہ فرمایا تو ایک روز صبح کی نماز کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے گروہ مہاجرین و انصار! تم میں کون ہے جو (دینِ اسلام کی دعوت کو عام کرنے کے لئے) ہمارا نمائندہ بن کر یمن جائے؟ تو حضرت سیدنا صدّیقِ اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے کھڑے ہو کر اپنے آپ کو پیش کر دیا مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سکوت اختیار فرمایا اور دوبارہ یہی ارشاد فرمایا: اے گروہِ مہاجرین وانصار! تم میں کون ہے جو (دینِ اسلام کی دعوت کو عام کرنے کے لئے) ہمارا نمائندہ بن کر یمن جائے؟ تو حضرتِ سیّدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور عرض کی: یارسول اللہ میں حاضر ہوں۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدستور سکوت فرمایا اور پھر وہی ارشاد فرمایا: اے گروہِ مہاجرین وانصار تم میں کون ہے جو (دینِ اسلام کی دعوت کو عام کرنے کے لئے) ہمارا نمائندہ بن کر یمن جائے؟ اب حضرتِ سیّدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں (حاضر ہوں)! نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں اے معاذ! تم ہی اس کام کے لئے ہو، پھر سرکارِ نامدار، مکے مدینے کے تاجدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اے بلال ان کے لئے میرا عمامہ لاؤ''۔ حضرت سیّدنا بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمامہ پیش کر دیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھوں سے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے سر پر عمامہ شریف باندھا اور پھر آپ رضی اللہ عنہ کو رخصت کرنے کے لئے مدینہ شریف سے باہر تشریف لائے اور دُعاؤں سے نوازتے ہوئے الوَداع فرمایا۔

(تاریخ الخمیس فی احوال انفس النفیس، ذکر معاذ بن جبل، ۲/۱۴۲، واللفظ لہ، کتاب الثقات، السیرۃ النبویۃ، السنۃ التاسعۃ من الہجرۃ، ۱/۱۴۷)

Marfat.com

4-سید القراء سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ

نام ونسب

ابوالمنذر ابی بن کعب بن قیس بن عبید بن زید بن معاویہ الانصاری الخزرجی آپ کی کنیت ابوالمنذر خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی تھی۔ (اسد الغابہ ج ۱ ص ۸۹)

ابتدائی حالات

سید القراء، سید الانصار اور سید المسلمین القاب ہیں، قبیلہ نجار (خزرج) کے خاندان معاویہ سے تھے جو بنی حدیلہ کے نام سے مشہور تھا (حدیلہ معاویہ کی ماں کا نام تھا جو جشم بن خزرج کی اولاد میں تھی سلسلہ نسب یہ ہے: ابی بن کعب بن قیس بن عبید بن زیاد بن معاویہ بن عمر بن مالک بن نجار، (مسند احمد) والدہ کا نام صہیلہ تھا جو عدی بن نذر کے سلسلہ سے تعلق رکھتی تھیں اور ابوطلحہ انصاری کی حقیقی پھوپھی تھیں اس بنا پر ابوطلحہ اور ابی پھوپھی زاد بھائی تھے۔ ابی کی دو کنیتیں تھیں، ابوالمنذر اور ابوالطفیل، پہلی کنیت آنحضرت ﷺ نے رکھی تھی اور دوسری سیدنا عمر نے ان کے بیٹے طفیل کے نام کی مناسبت سے پسند فرمائی۔

(مسند احمد: ۵/ ۱۴۳)

والدہ کا نام صہیلہ تھا جو عدی بن نذر کے سلسلہ سے تعلق رکھتی تھیں اور ابوطلحہ انصاری کی حقیقی پھوپھی تھیں اس بنا پر ابوطلحہ اور ابی پھوپھی زاد بھائی تھے۔ ابی کی دو کنیتیں تھیں، ابوالمنذر اور ابوالطفیل، پہلی کنیت آنحضرت ﷺ نے رکھی تھی اور دوسری سیدنا عمر نے ان کے بیٹے طفیل کے نام کی مناسبت سے پسند فرمائی۔

حضرت ابی بن کعب بن قیس بن عبید بن زید بن معاویہ بن عمرو بن مالک بن نجار انصاری خزرجی نجاری، ان کی کنیت ابوالمنذر اور ابوطفیل ہے اور یہ سابقین انصار میں سے

Marfat.com

ہیں یہ عقبہ اور اس کے بعد حاضر ہوئے انہوں نے ۳۰ ہجری کو وفات پائی ایک قول کے مطابق اس سے پہلے مدینہ میں وصال فرمایا۔ (عمدۃ القاری: ج ۱۶، ص ۳۷۳)

قبول اسلام

مدینہ کے جن انصار نے مکہ جا کر نبی کریم ﷺ ﷺ کے دست مبارک پر عقبہ ثانیہ میں بیعت کی تھی ان میں ابی بھی تھے آپ ان چھ صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے زمانہ نبوی میں قرآن مجید حفظ کیا اور ان فقہا صحابہ میں سے ہیں جو زمانہ نبوی میں فتویٰ دیتے تھے صحابہ میں بڑے قاری تھے۔ (مرأۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح جلد ۸ صفحہ ۵۸۳)

مواخات

ہجرت کے بعد مہاجرین اور انصار میں برادری ومواخات قائم ہوئی تھی، اس میں سعید بن زید بن عمرو بن نفیل سے جو عشرہ مبشرہ میں تھے ان کی مواخات ہوئی۔

غزوات میں شریک

بدر سے طائف تک کے تمام غزوات میں شریک ہوئے۔

تدوین قرآن

حضرت ابو بکر کے عہد خلاف میں قرآن مجید کی ترتیب وتدوین شروع ہوئی تو اس خدمت پر جو لوگ مامور ہوئے ان میں آپ بھی شامل تھے۔ عمر کے زمانے میں مجلس شوریٰ کے رکن بھی رہے۔ ابتدا میں قرآن کی قرات میں بعض فروعی اختلافات تھے۔ آخر میں عثمان نے قرات قرآنی کے ممتاز ماہرین کی جانچ کے بعد اُبی بن کعب کے طریقہ کو پسند فرمایا۔ اور اسی قرات کے مطابق کلام مجید کے چار نسخے لکھو کر مختلف شہروں میں بھجوا دیئے۔ انہی نسخوں کی آج تک پیروی کی جارہی ہے۔

وصال

۳۲ھ میں عمر طبعی کو پہنچ کر عثمان غنی کے زمانہ خلافت میں جمعہ کے دن مدینہ میں وفات

Marfat.com

پائی۔ عثمان نے نماز جنازہ پڑھائی اور مدینہ منورہ میں دفن گئے گئے۔

فضائل ومناقب

جن خوش نصیب صحابہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور مبارک میں قرآن کو جمع کیا حضرت ابی ان میں سرفہرست ہیں۔ چنانچہ حضرت قتادہ فرماتے ہیں:

سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَنْ جَمَعَ الْقُرْآنَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَرْبَعَةٌ كُلُّهُمْ مِنَ الْأَنْصَارِ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَأَبُو زَيْدٍ. (صحیح البخاری: ح ۵۰۰۳)

میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں کس نے قرآن مجید کو جمع کیا تھا؟ تو انہوں نے جواب دیا: چار آدمیوں نے اور وہ سارے کے سارے انصار میں سے تھے یعنی ابی بن کعب، معاذ بن جبل، زید بن ثابت اور ابوزید رضی اللہ عنہم اجمعین۔

خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعب سے قرآن سیکھنے کا حکم دیا۔

(صحیح البخاری: ح،۳۸۰۸)

حضور ﷺ کی ایک طویل حدیث ہے جس میں آپ نے مختلف صحابہ کی مختلف نمایاں صفات کو بیان فرمایا۔ اس میں حضرت ابی بن کعب کے تذکرے کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

وأقرؤهم لكتاب الله أبي بن كعب۔ (جامع ترمذی: ح ۳۷۹۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی کو فرمایا۔

إِنَّ اللَّهَ أَمَرَنِي أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ {لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ} قَالَ وَسَمَّانِي قَالَ نَعَمْ فَبَكَى (بخاری: ح ۳۸۰۹)

Marfat.com

مجھے اللہ نے حکم دیا ہے کہ تمھیں سورت (لَمْ یَکُنِ الَّذِینَ کَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ) سناؤں۔ حضرت اُبی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: کیا اللہ نے میرا نام لیا ہے، فرمایا: ہاں۔ تو حضرت اُبی رضی اللہ عنہ رو پڑے۔

آپ کو یہ فضیلت بھی حاصل ہے کہ کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے شاگرد تھے جن میں سیدنا عمر، سیدنا ابوایوب انصاری، سیدنا عبادہ بن صامت، سیدنا سہل بن سعد، سیدنا ابوموسیٰ، سیدنا ابن عباس، سیدنا ابوہریرہ، سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہم وغیرہم شامل ہیں۔) (تہذیب التہذیب ج ا ص ۱۷۷، الاصابہ ج ا ص ۲۰)

مقام فقہ واجتہاد

آپ چند ایسے خوش نصیب فقہاء صحابہ میں سے ہیں جو حضور ﷺ کے زمانہ مبارک میں فتویٰ دیا کرتے تھے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وعدہ مسروق فی الستة من اصحاب الفتیا۔ (الاصابہ ج ا ص ۲۰)

کہ مشہور تابعی حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ ان صحابہ میں شمار کیا کرتے تھے جو فتویٰ دیا کرتے تھے۔

امام ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ نے یہی نقل کیا ہے۔

کان اصحاب القضاء من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ستة عمر وعلی وعبداللہ وابی وزید ابو موسیٰ (اسد الغابہ ج ا ص ۹۰)

حضور نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں جو چھ صحابہ فتویٰ دیا کرتے تھے وہ چھے تھے یعنی حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابی بن کعب، حضرت زید، حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہم۔

ان چھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں پہلا نام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہے مگر سیدنا ابی کی فقاہت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی بسا اوقات مسائل کے لیے آپ کی

Marfat.com

طرف رجوع کرتے تھے تاکہ امت کو ان کی فقاہت کا احساس دلایا جاسکے۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ا ص ۱۸، الاصابہ ج ا ص ۲۰)

تراویح کے متعلق آپ کا اجتہاد

رسول اکرم ﷺ نے رمضان المبارک کی تین راتوں میں تراویح پڑھائی اور مسلسل نہ پڑھانے کی وجہ بیان فرمائی:

خَشِيتُ أَنْ تُفْرَضَ عَلَيْكُمْ (بخاری و مسلم)

فرضیت کے ڈر سے میں نے جماعت نہیں کرائی کہ امت تنگی میں مبتلا نہ ہو۔

لیکن حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے اپنے اجتہاد سے تراویح کی جماعت کو باقی رکھا۔ ایک رات حضور ﷺ مسجد میں تشریف لائے، تراویح کی جماعت کو دیکھ کر فرمایا:

مَا هٰؤُلَاءِ فَقِيلَ هٰؤُلَاءِ نَاسٌ لَيْسَ مَعَهُمْ قُرْآنٌ وَأُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ يُصَلِّي وَهُمْ يُصَلُّونَ بِصَلَاتِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم أَصَابُوا وَنِعْمَ مَا صَنَعُوا۔

(سنن ابی داود: ح ۱۳۷۹)

یہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ تو کہا گیا کہ ان لوگوں کو قرآن یاد نہیں ہے ابی بن کعب نماز پڑھ رہے ہیں اور یہ ان کی اقتداء میں نماز ادا کر رہے ہیں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہوں نے اچھا کیا اور صحیح کیا۔

چونکہ آپ علیہ السلام نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے اس اجتہاد کی تصویب فرما دی، اس لئے اب تراویح کی جتنی رکعات حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے ملیں گی وہ بھی گویا حضور ﷺ کی تائید شدہ ہوں گی۔

روایات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ رمضان میں بیس رکعات ہی پڑھایا کرتے تھے۔ چنانچہ عبدالعزیز بن رفیع کہتے ہیں:

كَانَ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ يُصَلِّي بِالنَّاسِ فِي رَمَضَانَ بِالْمَدِينَةِ عِشْرِينَ رَكْعَةً وَيُوتِرُ

Marfat.com

بِثَلَاثٍ (مصنف ابن ابی شیبہ، ح ۷۷۶۶)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ رمضان میں لوگوں کو بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھاتے تھے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں جب تمام لوگوں کو حضرت ابی بن کعب کی اقتداء میں باجماعت تراویح پڑھنے کا حکم دیا تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے خلافت عمر رضی اللہ عنہ میں بھی بیس رکعت تراویح پڑھائی۔ خود آپ ہی سے مروی ہے:

عَنْ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ اَنَّ عُمَرَ اَمَرَ اُبَیًّا اَنْ یُّصَلِّیَ بِالنَّاسِ فِیْ رَمَضَانَ فَقَالَ اِنَّ النَّاسَ یَصُوْمُوْنَ النَّهَارَ وَلَا یُحْسِنُوْنَ اَنْ یَّقْرَأُوْا فَلَوْ قَرَأْتَ الْقُرْآنَ عَلَیْهِمْ بِاللَّیْلِ فَقَالَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ! هٰذَا شَیْءٌ لَمْ یَکُنْ۔ فَقَالَ: قَدْ عَلِمْتُ وَلٰکِنَّهُ اَحْسَنُ۔ فَصَلّٰی بِهِمْ عِشْرِیْنَ رَکْعَةً۔ (مسند احمد بن منیع بحوالہ اتحاف الخیرۃ المہرۃ ج ۲ ص ۴۲۴)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجھے حکم دیا کہ میں رمضان شریف کی رات میں نماز (تراویح) پڑھاؤں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لوگ دن کو روزہ رکھتے ہیں اور (رات) قرأت (قرآن) اچھی نہیں کرتے۔ تو قرآن مجید کی رات کو تلاوت کرے تو اچھا ہے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ’’اے امیر المومنین! یہ تلاوت کا طریقہ پہلے نہیں تھا۔‘‘ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ’’میں جانتا ہوں لیکن یہ طریقہ تلاوت اچھا ہے‘‘ تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو بیس رکعات نماز (تراویح) پڑھائی۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے بھی یہی مروی ہے کہ:

ان عمر بن الخطاب جمع الناس علی ابی بن کعب فی قیام رمضان فکان یصلی بهم عشرین رکعة۔ (سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۲۱۱ باب القنوت فی الوتر)

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حضرت ابی

Marfat.com

بن کعب کی امامت پر جمع فرمایا۔ وہ لوگوں کو بیس رکعات نماز تراویح پڑھاتے تھے۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ پورا مہینہ باجماعت بیس رکعت تراویح پڑھنا سنت ہے، یہی بات حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے بھی ثابت ہے۔

وفات حسرت آیات

آپ کی وفات پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آج مسلمانوں کا سردار دنیا سے رخصت ہو گیا۔ (تذکرۃ الحفاظ: ج ا ص ۱۸)

ہجرت نبوی سے چند سال بعد کا ذکر ہے کہ ایک دن میانہ قد اور اکہرے بدن کے ایک گورے چٹے پاکیزہ صورت آدمی بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے بڑے ادب سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کیا اور پھر آپ کی خدمت میں بیٹھ کر ارشادات نبوی سے مستفیض ہونے لگے۔ یکا یک سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آثار وحی طاری ہوئی اور زبان رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرآن حکیم کی ایک سورۃ جاری ہوگئی۔ وہ صاحب وحی الٰہی کا ایک ایک لفظ بغور سنتے اور اس کو لکھتے جاتے تھے۔ جب جبریل امین علیہ السلام پیغام الٰہی پہنچا کر واپس چلے گئے تو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا:

مجھے اللہ نے حکم دیا ہے کہ میں تم کو قرآن سنایا کروں (تا کہ تمہیں یاد ہو) ان صاحب نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لیا ہے؟

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔

یہ سن کر وہ صاحب فرطِ مسرت سے بے خود ہو گئے اور بے اختیار رونے لگے۔

یہ صاحب رسول جن کا خود رب ذوالجلال والاکرام نے نام لے کر اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا کہ ان کو قرآن سنائیں۔ سید المسلمین حضرت اُبیؓ بن کعب انصاری تھے۔

حضرت حضرت ابی بن کعب انصاری صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شمار تاریخ اسلام کی ان مہتمم بالشان

Marfat.com

شخصیتوں میں ہوتا ہے جن کو دربار رسالت میں نہایت ممتاز درجہ حاصل تھا اور جن کی جلالت قدر اور تبحر علمی پر مسلمانوں کے سبھی مکاتب فکر کا کامل اتفاق ہے۔ حضرت اُبیؓ کا تعلق انصار کی نہایت معزز شاخ نجار (خزرج) کے خاندانی بنی جدیلہ سے تھا۔

والدہ کا نام صہیلہ تھا جو خاندان عدی بن نجار سے تھیں۔

حضرت اُبی دو کنیتوں سے مشہور تھے ایک کنیت ابوالمنذر تھی جو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رکھی تھی۔ دوسری کنیت ابوالطفیل جوان کے بیٹے طفیل کے نام کی نسبت سے حضرت عمر فاروقؓ نے رکھی تھی۔ سید الانصار، سید المسلمین اور سید القراء حضرت اُبیؓ کے القاب تھے۔

حضرت اُبی کے لڑکپن اور جوانی کے حالات کتب سیر میں نہیں ملتے۔ البتہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اوائل عمر میں ہی لکھنا پڑھنا سیکھ گئے تھے اور ان کا شمار انصار کے تعلیم یافتہ لوگوں میں ہوتا تھا۔ مولانا سعید انصاری مرحوم نے سیر انصار میں یہ رائے ظاہر کی ہے غالباً حضرت اُبی اسلام سے پہلے توراۃ پڑھ چکے تھے اور اسی کا اثر تھا کہ اسلام کی آواز نے انہیں بہت جلد اپنی طرف متوجہ کر لیا۔

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ حضرت اُبی عہد شباب میں دُختِ رز کا شوق بھی کرتے تھے اور ان کے سوتیلے باپ ابوطلحہؓ کی محافل ناؤنوش کے سرگرم رکن تھے۔ (قبول اسلام کے بعد دونوں کا شمار جلیل القدر صحابہ میں ہوا۔ حضرت ابوطلحہ زید بن سہل انصاری، حضرت اُبی رضی اللہ عنہ کے ماموں زاد بھائی تھے اور رزم و بزم میں ان کے ساتھی تھے)

حضرت اُبی رضی اللہ عنہ کے سعادت اندوز اسلام ہونے کے بارے میں مشہور روایت یہ ہے کہ انہوں نے بیعت عقبہ ثانیہ میں مکہ جا کر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی۔ لیکن تاریخ وسیر کی اکثر کتابوں میں اصحاب عقبہ ثانی کی جو فہرست دی گئی ہے۔ اس میں حضرت اُبیؓ بن کعب کا نام نہیں ہے۔ اس سے یہ نتیجہ بھی اخذ کیا جا سکتا ہے کہ وہ بیعت عقبہ سے پہلے ہی مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے۔ رہی یہ بات کہ وہ بیعت عقبہ میں

Marfat.com

شریک ہوئے یا نہیں اس میں اختلاف ہے۔ بہر صورت ہجرت نبویؐ سے پہلے ان کا شرف ایمان سے بہرور ہونا سب کے نزدیک مسلم ہے۔

ہجرت کے بعد سید الانام ﷺ نے مدینہ منورہ میں نزول اجلال فرمایا تو انصار میں سے حضرت ابی بن کعب کو سب سے پہلے وحی لکھنے کا شرف حاصل ہوا۔ اس لحاظ سے ان کو انصاری کاتبین وحی میں امتیازی درجہ حاصل ہے۔

ہجرت کے چند ماہ بعد حضور ﷺ نے مہاجرین اور انصار کے مابین مواخاۃ قائم کرائی تو حضرت اُبی رضی اللہ عنہ کو جلیل القدر صحابی (یکے از عشرہ مبشرہ) حضرت سعید بن زید کا اسلامی بھائی بنایا۔

غزوات کا سلسلہ شروع ہوا تو حضرت اُبی رضی اللہ عنہ بدر سے لے کر طائف تک تمام غزوات میں رحمت عالم ﷺ کے ہمرکاب رہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت اُبی رضی اللہ عنہ کو غزوہ اُحد میں ایک تیر ہفت اندام میں لگا جس سے وہ شدید زخمی ہوگئے۔ سرور عالم ﷺ کو اطلاع ملی تو آپؐ نے ان کے علاج کے لیے ایک طبیب بھیجا جس نے رگ کو کاٹ دیا۔ حضورؐ نے اس رگ کو اپنے ہاتھ سے داغ دیا اور حضرت اُبیؓ کا زخم جلد ہی مندمل ہوگیا۔

حضرت اُبی رضی اللہ عنہ کو رحمت عالم ﷺ سے بے پناہ محبت تھی اور کلام الٰہی سے بھی گہرا شغف تھا۔ چنانچہ وہ اپنے وقت کا بیشتر حصہ بارگاہ نبویؐ میں گزارتے تھے۔ حضورؐ ان کو قرآن سناتے اور حفظ کراتے تھے اور کتابت وحی کی خدمت بھی لیتے تھے۔ اس طرح ان کو بارگاہ رسالت میں خصوصی تقرب حاصل ہوگیا تھا۔ قرآن حکیم سے حضرت اُبیؓ کا غیر معمولی شغف اس قدر مقبول ہوا کہ خود ذات باری تعالیٰ نے حضرت اُبیؓ کا نام لے کر رسول اللہ ﷺ سے فرمایا کہ ان کو قرآن سنایا کریں۔ ارشاد ربانی کے مطابق حضور اکرم ﷺ نے حضرت اُبیؓ کی تعلیم پر خاص توجہ فرمائیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ قرآن حکیم کے حافظ اور

Marfat.com

قرآنی علوم و معارف کے بہت بڑے عالم بن گئے ان کی قرأت سرور عالم ﷺ کو اس قدر پسند تھی کہ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ لوگوں میں سب سے بڑے قاری ابی بن کعب ہیں۔

ایک دفعہ حضور ﷺ نے حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا کہ قرآن میں کون سی آیت بے انتہا عظمت کی حامل ہے؟ حضرت اُبی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ''آیۃ الکرسی''

ان کا جواب سن کر حضور ﷺ بہت خوش ہوئے اور فرمایا: اُبی رضی اللہ عنہ تمہیں یہ علم مسرور کرے۔

رحمت عالم ﷺ نے حضرت اُبی رضی اللہ عنہ کو اجازت دے رکھی تھی کہ وہ جو چاہیں اور جب چاہیں آپ ﷺ سے پوچھیں۔ چنانچہ وہ بڑی آزادی کے ساتھ فیضان نبوی سے خوب خوب فیضیاب ہوتے تھے۔ بعض اوقات سرور عالم ﷺ ان کو بغیر پوچھے بھی قرآن حکیم کے اسرار و رموز سے آگاہ فرماتے تھے۔ خود حضرت ابیؓ بن کعب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اُبی رضی اللہ عنہ کیا میں تجھ کو ایسی سورت نہ بتاؤں جو نہ توراۃ میں ہے نہ زبور میں اور نہ انجیل اور نہ قرآن ہی میں اس جیسی اتاری گئی۔ میں نے عرض کیا، بے شک ضرور بتایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک میں اُمید کرتا ہوں کہ تو اس دروازہ سے نکلنے نہ پائے گا یہاں تک کہ تو اس کو جان جائے گا۔ اس کے بعد آپؐ کھڑے ہوگئے اور میں بھی آپؐ کے ساتھ کھڑا ہوگیا، آپؐ مجھ سے بات کر رہے تھے اور میرا ہاتھ آپ کے ہاتھ میں تھا تو میں نے پیچھا ہٹنا شروع کیا اس خوف سے کہ آپؐ اس سورۃ کی خبر دینے سے پہلے ہی دروازے سے باہر نہ چلے جائیں۔ جب میں دروازے کے قریب ہوا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ سورۃ جس کا آپؐ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہو تو کس طرح پڑھتے ہو؟ میں نے سورہ فاتحہ پڑھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ سورۃ یہی ہے اور یہ سبع مثانی ہے جس کے بارے میں

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے کہا ہے۔ وَلَقَدْ آتَیْنَاکَ سَبْعًا مِنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْآنَ الْعَظِیْمَ (سورہ ۱۵ ارکوع ۶)
اور ہم نے آپ کو سات آیتیں دیں جو مکرر پڑھی جاتی ہیں اور قرآن عظیم دیا۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت اُبی رضی اللہ عنہ کے حفظ قرآن اور حافظہ پر پورا اعتماد تھا اس کا اندازہ اس واقعہ سے کیا جا سکتا ہے کہ ایک دفعہ حضور فجر کی نماز پڑھاتے ہوئے ایک آیت پڑھنا بھول گئے۔ نماز سے فارغ ہو کر حضورؐ کو خود اس آیت کا خیال آ گیا، صحابہؓ سے پوچھا کہ کسی نے میری قرأت پر خیال کیا تھا، تمام صحابہؓ خاموش رہے لیکن حضرت اُبیؓ بن کعب نے فوراً عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپؐ نے فلاں آیت نہیں پڑھی، کیا یہ منوخ ہو گئی ہے یا سہواً ترک ہو گئی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں میں پڑھنا بھول گیا۔ میں جانتا تھا کہ تمہارے سوا اورکسی کا دھیان اس طرف نہ گیا ہوگا۔

ایک مرتبہ حضرت اُبی رضی اللہ عنہ کو ایک آیت کی قرأت کے بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اختلاف پیدا ہوا۔ دونوں سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی اپنی قرأت کے مطابق یہ آیت پڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم دونوں ٹھیک پڑھتے ہو۔ حضرت اُبی رضی اللہ عنہ کے دل میں وسوسہ پیدا ہوا اور انہوں نے حیران ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی ٹھیک پڑھتا ہوں اور عبداللہ بھی۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

کہنے کو تو یہ الفاظ کہہ دیئے لیکن رعب نبوت نے جسم پر کپکپی طاری کر دی اور پسینے میں نہا گئے۔ حضورؐ نے ان کی حالت دیکھی تو ان کے سینے پر اپنا دست مبارک رکھ کر فرمایا: الٰہی اُبی رضی اللہ عنہ کا شک دور کر۔ آناً فاناً ان کا دل وسوسہ سے پاک ہو گیا اور اس معاملہ میں ان کو پورا اطمینان ہو گیا۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سحاب لطف و کرم حضرت اُبیؓ پر ایسا جھوم جھوم کر برسا کہ وہ عہد

Marfat.com

رسالت میں ہی مسند درس و افتاد پر فائز ہو گئے۔ لوگ ان سے قرآن پڑھتے اور مختلف مسائل دریافت کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک ایرانی صاحب رضی اللہ عنہ رسولؐ نے ان سے قرآن پڑھنا شروع کیا، جب اس آیت پر پہنچے اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ طَعَامُ الْاَثِیْمِ تو ایرانی صحابیؓ کی زبان سے اثیم کی بجائے یتیم نکلتا تھا۔ بہت کوشش کی لیکن ان سے صحیح تلفظ ادا نہ ہو سکا۔ بالآخر ان کو ساتھ لے کر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی مشکل بیان کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایرانی سے فرمایا و طعام الظالم انہوں نے یہ الفاظ بالکل صحیح ادا کیے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ان کی زبان درست کرنے کی کوشش کرتے رہو، اللہ تمہیں اس کا اجر دے گا۔

مشہور صحابی حضرت طفیل رضی اللہ عنہ بن عمرو دوسی نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے قرآن پڑھا تو انہوں نے ایک کمان ہدیۃً پیش کی حضرت اُبیؓ اس کو لگا کر بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے تو حضورؐ نے پوچھا اُبی رضی اللہ عنہ یہ کمان کس نے دی ہے؟ عرض کیا: طفیل بن عمرو دوسی نے، میں نے اسے قرآن پڑھایا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اس کو واپس کر دو ورنہ یہ جہنم کے ایک ٹکڑے کا قلادہ بن جائے گی۔

انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! ہم اپنے شاگردوں کے ہاں کھانا بھی تو کھا لیتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: وہ کھانا بطور خاص تمہارے لیے تیار نہیں کیا جاتا اگر تم کھانے کے موقع پر پہنچ گئے اور اس میں شریک ہو گئے تو اس میں کوئی حرج نہیں لیکن جو چیز خاص تمہارے لیے تیار کی جائے۔ اگر تم اس کو استعمال کر لو تو اپنی آخرت کے اجر کو ضائع کر دو گے۔

ایک اور روایت میں خود حضرت اُبی رضی اللہ عنہ بن کعب کہتے ہیں کہ میں نے ایک آدمی کو قرآن کی ایک سورۃ سکھائی اس نے میرے پاس ایک کپڑا ہدیۃً بھیجا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا اگر تو نے اس لے لیا تو تجھے آگ کا کپڑا

Marfat.com

پہنایا جائے گا۔

حضرت اُبیؓ رحمت عالم ﷺ کے ارشادات کا ایک ایک لفظ بغور سنتے تھے اور اس کو حرز جان بنا لیتے تھے۔ ایک دفعہ بارگاہ رسالت میں حاضر تھے کہ ایک شخص نے حضورؐ سے سوال کیا: یا رسول اللہ ﷺ ہم لوگ جو بیمار ہوتے ہیں یا دوسری تکلیفیں اٹھاتے ہیں اس میں بھی کچھ ثواب ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں یہ بیماریاں اور تکلیفیں مسلمان کے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہیں۔

حضرت اُبی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ کیا معمولی تکلیفیں بھی گناہ کا کفارہ ہو جاتی ہیں؟

فرمایا: چھوٹی چھوٹی تکلیفیں کیا، مسلمان کو ایک کانٹا بھی چبھ جائے تو وہ اس کے گناہ کا کفارہ بن جاتا ہے۔

یہ سنتے ہی جوش ایمان کی یہ کیفیت ہوئی کہ بے ساختہ زبان پر یہ دعا جاری ہو گئی۔ الٰہی میں ہمیشہ بخاری میں مبتلا رہوں مگر نماز باجماعت، حج، عمرہ اور جہاد کے قابل رہوں۔

یہ دعا فوراً دراجابت پر پہنچ گئی۔ اہل سیر کا بیان ہے کہ اس کے بعد حضرت اُبی رضی اللہ عنہ کو ہر وقت خفیف سے حرارت رہتی تھی شاید اس کی وجہ سے ان کے مزاج میں بھی قدرے حدت پیدا ہو گئی تھی۔

۹ ہجری میں رحمت عالم ﷺ نے حضرت اُبیؓ کو قبائل بلی، عذرہ اور بنو سعد میں عامل صدقات بنا کر بھیجا۔ انہوں نے اپنے فرائض نہایت دیانت اور جفاکشی کے ساتھ انجام دیئے۔ ایک دفعہ کسی گاؤں میں گئے تو ایک شخص نے اپنے تمام جانوران کے سامنے لا کر کھڑے کر دیئے کہ ان میں سے آپ جو چاہیں چن لیں۔ انہوں نے اونٹ کا ایک دوسالہ بچہ لے لیا۔ جانوروں کے مالک نے کہا: یہ بچہ آپ کے کس کام کا، یہ جوان اور فربہ اونٹنی لے جائیں۔

Marfat.com

حضرت اُبی رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں نہیں یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے خلاف ہے بہتر یہ ہے کہ تم میرے ساتھ مدینہ منورہ حضورؐ کی خدمت میں چلو، آپؐ جو حکم دیں گے اس کی تعمیل کرنا۔

جانوروں کے مالک بڑے مخلص مسلمان تھے وہ حضرت ابیؓ کے ساتھ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور وہی اونٹنی حضورؐ کی خدمت میں پیش کی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تم یہی اونٹنی بخوشی دینا چاہتے ہو تو دے دو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اس کا اجر دے گا۔ انہوں نے برضا و رغبت یہ اونٹنی صدقہ میں دے دی اور خوش خوش اپنے گاؤں کو مراجعت کی۔

ایک دفعہ حضرت اُبی رضی اللہ عنہ نے کہیں سے ایک تھیلی پڑی پائی۔ کھول کر دیکھا تو اس میں سو دینار تھے دوڑے دوڑے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ عرض کیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ سال بھر تک اس کا اعلان کرتے رہو۔ وہ سال بھر ان دیناروں کا اعلان کرتے رہے لیکن کسی نے ان کی ملکیت کا دعویٰ نہ کیا۔ حضرت اُبیؓ پھر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سال بھر تک لوگوں کو خبر کرتا رہا لیکن کوئی یہ رقم لینے نہیں آیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایک سال اور انتظار کرو اگر کوئی شخص رقم کی مقدار اور تھیلی کا نشان بتا کر ان دیناروں کا دعویٰ کرے تو اس کے حوال کر دینا ورنہ یہ مال تمہارا ہو چکا۔

حضرت اُبی رضی اللہ عنہ کو قرأت قرآن میں ایسا کمال حاصل ہو گیا تھا کہ خود حامل وحی و نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے قرآن کا دورہ فرمایا کرتے تھے، اپنے سال رحلت (۱۱ ہجری) میں بھی حضرت اُبی رضی اللہ عنہ کو (آخری بار قرآن سنایا اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا: مجھے جبریل امین علیہ السلام نے آکر کہا کہ اُبیؓ کو قرآن سنا دیجئے۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد خلافت کا مسئلہ پیدا ہوا تو حضرت اُبی رضی اللہ عنہ ان

Marfat.com

چند صحابہ میں سے تھے جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو خلافت کا مستحق سمجھتے تھے تاہم جب جمہور مسلمانوں کی رائے کے مطابق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مسند آرائے خلافت ہوئے تو حضرت اُبی رضی اللہ عنہ نے خوشدلی سے ان کی بیعت کر لی۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضرت ابی رضی اللہ عنہ کا بے حد احترام کرتے تھے۔ جب انہوں نے قرآن حکیم کی ترتیب و تدوین کا کام اہل علم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کے سپرد کیا تو حضرت اُبی رضی اللہ عنہ اس جماعت کا امیر مقرر کیا۔ وہ قرآن کے الفاظ بولتے جاتے تھے اور لوگ ان کو لکھتے جاتے تھے اگر کسی آیت کی تقدیم و تاخیر کے بارے میں اختلاف ہو جاتا تو سب اس کو حل کرتے تھے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ منصب خلافت پر فائز ہوئے تو انہوں نے حضرت اُبی رضی اللہ عنہ کو مجلس شوریٰ کا رکن نامزد کیا۔ وہ حضرت اُبی رضی اللہ عنہ کی جلالت علمی اور اصابت رائے کے بے حد معتقد تھے اور ان کا غیر معمولی اعزاز و اکرام کرتے تھے اور اہم ملکی اور دینی معاملات میں ان کی رائے کو بڑی اہمیت دیتے تھے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الصلوۃ والسلام نے اصابہ میں لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ ان (حضرت اُبی رضی اللہ عنہ) کو سید المسلمین کہتے تھے اور فرماتے تھے کہ ہم سب سے بڑے قاری اُبی رضی اللہ عنہ ہیں۔ اسی طرح حافظ ابن عبدالبر علیہ الصلوۃ والسلام الاستیعاب میں لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ سے متعدد طرق سے یہ روایت ہم کو پہنچی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا، ہم میں علم قضا کے سب سے بڑے ماہر علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور حفظ قرآن میں سب سے بڑے اُبی رضی اللہ عنہ ہیں۔

سید محمد علی ببلاوی نے اپنی کتاب ''التعریف بالنبی بالقرآن الشریف'' میں مستند حوالوں کے ساتھ لکھا ہے کہ ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ مشکل مسائل میں حضرت اُبی رضی اللہ عنہ کی طرف رجوع کیا کرتے تھے اور پیچیدہ مقدمات میں ان سے فیصلہ کراتے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ انہیں سید المسلمین اور سید القراء کے القاب سے یاد کرتے تھے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں نماز تراویح کو باجماعت کیا تو

Marfat.com

حضرت ابی رضی اللہ عنہ بن کعب کو مردوں کا اور حضرت سلیمان بن ابی حثمہ کو عورتوں کا امام مقرر فرمایا۔ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ اگرچہ حضرت اُبی رضی اللہ عنہ پر بے حد مہربان تھے اور ان کی تعظیم وتکریم میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھتے تھے لیکن حضرت اُبی رضی اللہ عنہ دینی معاملات میں مطلق ان کی رُو رعایت نہ کرتے اور جس بات کو حق سمجھتے برملا اس کا اظہار کر دیتے تھے۔ کنز العمال میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک شخص پر گزر ہوا جو یہ آیت پڑھ رہا تھا۔ "والسابقون الأولون من المهاجرين والأنصار والذين اتبعوهم باحسان" آپ رضی اللہ عنہ ٹھہر گئے اور کہا ذرا ادھر تو آؤ، وہ آپ کے پاس آیا تو آپ نے پوچھا، تمہیں یہ آیت کس نے یاد کرائی ہے۔ اس نے کہا یہ مجھے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے یاد کرائی ہے۔ آپؓ نے فرمایا کہ چلو ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پاس۔ وہ آپ کو ساتھ لے کر اُبی کے پاس آیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے ابا المنذر یہ شخص کہتا ہے کہ تم نے اسے یہ آیت تعلیم کی ہے۔ اُبی رضی اللہ عنہ نے کہا سچ کہتا ہے میں نے یہ آیت رسول اللہ ﷺ کے دہن مبارک سے سنی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (تعجب سے) کہا "تم نے اس کو محمد رسول اللہ ﷺ کے دہن مبارک سے سنا ہے۔ حضرت اُبی رضی اللہ عنہ نے کہا، ہاں تیسری بار پوچھنے پر بڑے غصے سے کہا کہ ہاں خدا کی قسم! اس کو اللہ نے جبریل علیہ السلام پر اور جبریل علیہ السلام نے محمد ﷺ کے قلب پر نازل کیا۔ بیشک خطاب اور اس کے بیٹے سے مشورہ نہیں لیا۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہاں سے باہر نکلے اس طرح کہ دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے تھے اور کہہ رہے تھے اللہ اکبر اللہ اکبر

اسی سلسلے میں کنز العمال میں اور روایتیں بھی ملتی ہیں ان میں سے کچھ یہ ہیں:

ایک دفعہ ابو درداء رضی اللہ عنہ شام کی ایک جماعت کو اپنے ساتھ مدینہ منورہ لائے ان لوگوں نے حضرت اُبی رضی اللہ عنہ سے قرآن کی تعلیم حاصل کی۔ ایک دن ان میں سے ایک شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے کوئی آیت پڑھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو بھیجا کہ اُبی رضی اللہ عنہ کو بلا لاؤ۔ اس وقت اُبی رضی اللہ عنہ اپنے اونٹ کو چارہ دے رہے تھے۔ امیر المؤمنین کا

Marfat.com

پیغام ملا تو قاصد سے پوچھا کہ کیا کام ہے؟ انہوں نے واقعہ بیان کیا تو حضرت اُبی رضی اللہ عنہ کو غصہ آ گیا اور اس حالت میں دربار خلافت میں حاضر ہوئے کہ ہاتھ میں چارہ تھا اور دامن چڑھا رکھا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ آیت ان سے پڑھوائی اس کے بعد حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہی آیت پڑھیں، انہوں نے حکم کی تعمیل کی۔ تو ان کی قرأت حضرت اُبی رضی اللہ عنہ کی قرأت سے کس قدر مختلف تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کی تائید کی اس پر حضرت اُبی رضی اللہ عنہ نے خشمناک ہو کر کہا۔ عمر رضی اللہ عنہ خدا کی قسم! آپ رضی اللہ عنہ جانتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اندر ہوتا تھا اور آپ لوگ باہر کھڑے رہتے تھے۔ اب آج میری یہ قدر افزائی کی جا رہی ہے کہ۔ خدا کی قسم اگر آپ کہیں تو میں خانہ نشین ہو جاؤں نہ کسی سے کلام کروں اور نہ لوگوں کو قرآن پڑھاؤں یہاں تک مجھ پر موت وارد ہو جائے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہرگز نہیں جب اللہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو علم دیا ہے۔ تو آپ رضی اللہ عنہ شوق سے لوگوں کو قرآن کی تعلیم دیں۔

ایک اور موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ پر کسی آیت کی قرأت کے متعلق اعتراض کیا تو انہوں نے برہم ہو کر کہا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خود سنا ہے اور آپ کو بقیع کے بازار میں خرید و فروخت سے فرصت نہ تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (جن کو اُبی رضی اللہ عنہ کا بڑا لحاظ تھا اور وہ ان سے الجھنا نہیں چاہتے تھے، فرمایا تم ٹھیک کہتے ہو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں مدینہ کی ایک گلی میں قرآن مجید کی ایک آیت پڑھتا ہوا جا رہا تھا، اتنے میں پیچھے سے آواز آئی سند بتاؤ! اے ابن عباس رضی اللہ عنہما سند بتاؤ میں نے مڑ کر دیکھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے، میں نے کہا، میں آپ رضی اللہ عنہ کو اُبی بن کعب کا حوالہ دیتا ہوں۔ یہ سن کر انہوں نے اپنے ایک غلام سے کہا کہ اُبی رضی اللہ عنہ کے پاس جا اور ان سے دریافت کر کہ کیا تم نے ان کو یہ آیت یاد کرائی ہے۔ ہم اُبی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے ابھی ہم ان کے دروازے پر پہنچے کہ خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ آ گئے اور اندر آنے کی

Marfat.com

اجازت طلب کی۔ اُبی رضی اللہ عنہ نے اجازت دے دی۔ ہم لوگ اُبی رضی اللہ عنہ کے پاس ایسی حالت میں پہنچے کہ ان کی کنیز ان کے سر میں کنگھی کر رہی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے چمڑے کا ایک ٹکڑا ڈال دیا گیا۔ وہ اس پر بیٹھ گئے۔ اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ دیوار کی طرف منہ کیے بیٹھے تھے وہ اسی طرح بیٹھے رہے اور ان کی پشت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف تھی۔ یہ دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہماری طرف رخ کیا اور کہا دیکھو تو اس (اُبی رضی اللہ عنہ) کو ہماری پرواہ ہی نہیں، تھوڑی دیر بعد اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف رُخ کیا اور کہا: خوش آمدید امیر المؤمنین اس وقت کیسے تشریف آوری ہوئی؟ صرف ملاقات کے لیے یا کسی اور غرض سے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ میں کسی غرض ہی سے آیا ہوں۔ آخر تم لوگوں کو اللہ کی رحمت سے کیوں مایوس کرتے ہو؟

حضرت اُبی رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اچھا شاید کوئی آیت آپ رضی اللہ عنہ نے سنی ہے جو سخت ہے۔ آپ کو علم ہونا چاہیے کہ میں نے قرآن اس ہستی سے سیکھا جس نے تازہ تازہ اس کو جبریل سے حاصل کیا تھا۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہاتھ پر ہاتھ مارا اور یہ کہتے ہوئے کھڑے ہو گئے، خدا کی قسم تم احسان جتانا چاہتے ہو لیکن میری تشفی نہیں ہوئی۔ تم کس طرح (اپنی بات کہنے سے) باز نہ آؤ گے اور مجھے کس طرح تاب نہ آئے گی۔

کبھی کبھی اختلاف رائے ہو جانے کے باوجود حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت اُبی رضی اللہ عنہ کے دل سے قدردان اور مداح تھے۔ شام کے مشہور سفر میں انہوں نے جابیہ کے مقام پر جو خطبہ دیا اس میں فرمایا:

من أراد القرآن فليأت أبيا

جس کو قرآن کا شوق ہو وہ اُبی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔

حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ بھی حضرت اُبی رضی اللہ عنہ کے تبحر علمی کے معترف تھے۔ انہوں نے اپنے دور خلافت میں محسوس کیا کہ بعض صحابہ کی قرأت میں اختلاف ہے۔ چنانچہ

Marfat.com

انہوں نے پختہ ارادہ کرلیا کہ تمام مسلمانوں کو ایک قرأت پر جمع کروں گا۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے انصار اور مہاجرین میں سے بارہ ایسے صحابہ منتخب کیے جن کو قرآن پر پورا عبور تھا اور پھر انہیں یہ کام سونا کہ باہمی مشورہ سے قرأت کا اختلاف دور کریں۔ اس مجلس کے امیر حضرت ابی رضی اللہ عنہ مقرر ہوئے۔ وہ بولتے جاتے تھے اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ لکھتے جاتے تھے۔ جہاں اختلاف پیدا ہوتا سب آپس میں مشورہ کر کے اس کو دور کر لیتے۔ کنز العمال میں ہے کہ اس کے بعد قرآن حکیم کے تمام نسخے حضرت اُبی رضی اللہ عنہ کی قرأت کے مطابق ہو گئے۔

لیکن بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت اُبی رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں (۱۹ یا ۲۰ یا ۲۲ ہجری) میں وفات پا چکے تھے۔ سب سے مشہور روایت یہ ہے کہ انہوں نے بزمانہ حضرت عثمان ۳۲ ہجری میں وفات پائی۔

اختلاف قرأت دور کرنے والی روایت اسی صورت میں صحیح ہوسکتی ہے جب حضرت اُبی رضی اللہ عنہ کی وفات ۳۲ ہجری میں تسلیم کی جائے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے اپنے پیچھے جو اولاد چھوڑی اس میں سے طفیل، محمد، ربیع، عبداللہ اور اُم عمر کے نام معلوم ہیں ان کی اہلیہ اُم طفیل بھی صحابیہ تھیں۔

حضرت اُبی رضی اللہ عنہ علم وفضل کا مجمع البحرین تھے۔ وہ نہ صرف قرآن اور جملہ علوم قرآنی میں درجہ تبحر رکھتے تھے بلکہ حدیث اور فقہ کے بھی بہت بڑے عالم تھے۔ امام ذہبی کا بیان ہے کہ حضرت اُبی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے احادیث کا بہت بڑا حصہ سنا تھا تاہم حضرت اُبی رضی اللہ عنہ روایت حدیث میں بے حد محتاط تھے۔ چنانچہ ان سے صرف ۱۶۴ احادیث مروی ہیں۔

حضرت اُبی رضی اللہ عنہ کی جلالت علمی کی یہ کیفیت تھی کہ بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم ان کے حلقہ درس میں شامل ہوتے تھے۔ ان میں سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت

Marfat.com

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ، خیر الامۃ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک جیسے اساطین امت بھی شامل ہیں۔ ان بزرگوں کو حضرت اُبی رضی اللہ عنہ کے گھر جاکر مسائل دریافت کرنے سے بھی اجتناب نہ تھا۔

بعض روایتوں میں ہے کہ انہیں انصار میں سب سے بڑا عالم تسلیم کیا جاتا تھا۔ ان کو اسلامی علوم کے علاوہ تورات اور انجیل پر بھی عبور حاصل تھا۔ ان کتابوں میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں بشارتیں مذکور ہیں وہ انہیں بڑے لطف و انبساط کے ساتھ لوگوں کو سنایا کرتے تھے۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی ذات ایک ایسا چشمہ فیض کی حیثیت رکھتی تھی جس سے ہر مسلمان بقدر ظرف فیضیاب ہوتا تھا۔ وہ لوگوں کو شرعی مسائل بھی بتاتے تھے اور قرآن حکیم کے حقائق و معارف کی تعلیم بھی دیتے تھے ان کے نزدیک قرآن کریم پر عمل کر کے ہی مسلمان اپنی دنیا اور آخرت سنوار سکتے تھے۔ ایک دفعہ کسی شخص نے عرض کی کہ مجھے کوئی وصیت کیجئے۔ فرمایا:

"قرآن کریم کو اپنا امام بنالو، اس کے فیصلوں اور احکام پر راضی ہو جاؤ، بے شک یہ قرآن وہی ہے جو تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چھوڑا ہے اور یہ ایسا شاہد ہے جس پر کوئی حرف گیری نہیں کرسکتا۔ اس میں تمہارا تذکرہ بھی ہے اور تم سے پہلی امتوں کا بھی۔ یہی تمہارے باہمی جھگڑوں کا فیصلہ کرنے والا ہے۔ اس میں تمہارا بھی اور تمہارے بعد آنے والوں کا بھی حال درج ہے۔

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے "حلیہ" میں لکھا ہے کہ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ مومن میں چار صفتیں ضرور ہوتی ہیں۔

❖ اگر مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے تو صبر کرتا ہے۔

Marfat.com

- ❖ اگر اسے کوئی نعمت عطا ہو تو اللہ کا شکر کرتا ہے۔
- ❖ اگر کوئی فیصلہ دیتا ہے تو پورا انصاف کرتا ہے۔
- ❖ اگر وہ بولتا ہے تو ہمیشہ سچ بولتا ہے۔

اور جب کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کے ڈر سے کوئی چیز ترک کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے عوض اسے اس سے بہتر چیز ایسی جگہ سے دیتا ہے جہاں سے اسے ملنے کا گمان تک نہیں ہوتا اور جب کوئی بندہ اللہ کی دی ہوئی نعمت کی قدرت نہیں کرتا اور اسے اس طرح استعمال کرتا ہے جو شرعاً اس کے لیے جائز نہیں تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کے بدلے میں ایسے طریقے سے سزا دیتا ہے جو اس کے گمان میں بھی نہیں ہوتا۔

بعض شرعی مسائل میں حضرت اُبی رضی اللہ عنہ اپنا خاص مسلک رکھتے تھے۔ مثلاً وہ ظہر اور عصر کی نماز میں امام کے پیچھے قرأت کرتے تھے اور دوسری نمازوں میں خاموش رہتے تھے۔ زنا کی سزا تین قسم کی بتاتے تھے متاہل بڈھے کو تازیانہ ورجم دونوں، متاہل جوان کو محض رجم اور غیر متاہل جوان کو فقط تازیانہ۔

مزاج میں کس قدر تکلف تھا۔ حلقہ درس میں گدے پر بیٹھ کر تعلیم دیا کرتے تھے اور تلامذہ کو اپنی تعظیم کے لیے سروقد کھڑے ہونے سے منع نہیں فرماتے تھے۔ بڑھاپے میں جب سر اور ڈاڑھی کے بال سفید ہو گئے تھے پراگندہ مُو ہونا پسند نہیں فرماتے تھے۔ ایک لونڈی کے ذمہ یہ کام تھا کہ وہ آپ کے بالوں کو بنا سنوار دیا کرے۔ دیوار میں ایک آئینہ لگا ہوا تھا جب کنگھی کرتے تھے تو اس کی طرف منہ کر لیتے تھے۔

حضرت اُبی رضی اللہ عنہ کی شخصیت علم اور عمل دونوں کی جامع تھی۔ بدعات سے اجتناب کرتے تھے۔ اور اپنے ہر کام میں سنت نبوی کو ملحوظ رکھتے تھے۔ عبادات میں خاص لطف حاصل ہوتا تھا نہایت خشوع وخضوع سے نماز پڑھتے تھے۔ اکثر شب بیدار رہتے تھے۔ تلاوت اور نماز میں آنکھوں سے آنسو جاری رہتے تھے۔ عموماً تیسری رات کو قرآن مجید ختم

Marfat.com

کرلیا کرتے تھے۔رات کے ایک حصے میں درود وسلام میں مصروف رہتے تھے۔

تقدم فی الاسلام، حب رسول ﷺ، شوق جہاد، شغف قرآن و حدیث اور جذبہ اصلاح وتبلیغ حضرت اُبی رضی اللہ عنہ بن کعب کی کتاب سیرت کے نمایاں ابواب ہیں ان میں سے کسی باب پر بھی نظر ڈالیں، ان کی شخصیت منارہ نور نظر آتی ہے۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

. ابی بن کعب انصاری کاتب وحی، فاضل قرآن نبی کریم ﷺ کے صحابہ میں سے ایک ہیں۔(انسائیکلوپیڈیا قرآنیات،قسط ۵،صفحہ ۱۵)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ احادیث بخاری کی روشنی میں

عنْ مَسْرُوقٍ قَالَ ذُكِرَ عبْدُ الله بنُ مَسْعُودٍ عنْدَ عَبْدِ الله بنِ عَمْرٍ وفقال ذَاكَ رَجُلٌ لاَ أزَالُ أحِبُّهُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلى الله عَلَيْهِ وَسلم يقولُ خُذُوا القُرْآنَ مِنْ أرْبَعَةٍ مِنْ عَبْدِ الله بنِ مَسْعُود فبَدَأَ بِهِ وسالِمٍ مَوْلَى أبِي حُذَيْفَةَ ومُعاذِ بنِ جبَلٍ وأُبَيِّ بنِ كَعْبٍ.

حضرت مسروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ ایسے آدمی ہیں جن سے میں ہمیشہ محبت رکھتا ہوں میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ چار آدمیوں سے قرآن کریم حاصل کرو چنانچہ سب سے پہلے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا نام لیا پھر سالم حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام کا پھر معاذ بن جبل اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہم کا۔

عنْ أنَسِ بنِ مالِكٍ رَضِيَ الله تَعَالَى عَنهُ قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عَلَيْهِ وَسلم لأُبَيِّ بنِ كَعْبٍ إنَّ الله أمَرَنِي أنْ أقْرَأَ علَيْكَ {لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا} (الْبَيِّنَة:١). قَالَ وسَمَّانِي قَالَ نَعَمْ قَالَ فبَكَى،

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے

Marfat.com

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ تمہیں سورت ''لم یکن الذین کفروا'' پڑھ کر سناؤں عرض کی: کیا اللہ نے میرا نام لیا ہے؟ فرمایا: ہاں (یہ سن کر) آپ رضی اللہ عنہ رو دیئے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں یہ سورۃ ''لم یکن الذین کفروا'' آپ کے سامنے پڑھوں، احمد کی روایت میں علی بن زید سے عمار بن ابو عمار نے انہوں نے ابو حیہ سے روایت کی ہے کہ:

لما نزلت لم یکن قَالَ جِبْرَائِیل عَلَیْهِ الصَّلَاة وَالسَّلَام لرَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم إِن رَبك أمرك أَن تقرئها أبيا فَقَالَ لَهُ إِن الله أمرنِي أَن أقرئك هَذِه السُّورَة، فَبكى

جب سورۃ ''لم یکن الذین'' نازل ہوئی تو جبریل علیہ السلام حضور رسول کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور کہا۔ بے شک آپ کا رب آپ کو حکم دیتا ہے کہ اس سورۃ کو ابی کے سامنے پڑھیں تو آپ ﷺ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ بے شک میرا رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں یہ سورۃ آپ کے سامنے پڑھوں تو انہوں نے رونا شروع کر دیا۔

پس حضور نبی کریم ﷺ کا حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے سامنے اس سورت کا پڑھنا ان کی تعلیم کے لئے تھا نہ کہ ان سے سیکھنے کے لئے اور اس لئے تا کہ قرآن کا حفاظ پر پڑھنا سنت ہو جائے، خواہ وہ نسب، دین اور فضیلت میں ان سے کم درجہ کے ہوں یا اس سے حضرت ابی کی فضیلت کا اظہار تھا اور حضور نبی کریم ﷺ کے بعد وہ امام اور سردار مشہور ہو گئے۔

سورۃ لم یکن الذین کی تخصیص

اس سورۃ کی تخصیص کی حکمت یہ ہے کہ یہ سورۃ اختصار کے باوجود جامع اصول قواعد

Marfat.com

اور مہمات عظیمہ پر مشتمل ہے، علامہ قرطبی نے کہا کہ اس سورۃ کی تخصیص بایں وجہ ہے کہ یہ سورت توحید، رسالت، اخلاص اور صحف اور انبیاء پر نازل ہونے والی کتابوں پر مشتمل ہے اور اس میں نماز کا ذکر ہے، زکاۃ اور معاد کا ذکر ہے اہل جنت اور اہل دوزخ کا بیان ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس میں ہے" رسول من اللہ یتلو صحفا مطھرۃ" مذکور ہے۔

حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لیا ہے یا اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ اپنے اصحاب میں سے ایک کے سامنے پڑھیے اور آپ ﷺ نے مجھے اختیار فرمایا تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام لیا ہے، طبرانی کی روایت میں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ابی بن کعب سے فرمایا کہ ہاں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں میں آپ کا اور آپ کے نسب کا بھی نام لیا ہے، قرطبی کہتے ہیں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لیا ہے، یہاں ہمزہ استفہام للتعجب ہے کیونکہ یہ بعید تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کا نام لے اور یہ تعیین کرے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے ان کے سامنے پڑھیں، پس اس وجہ سے حضرت ابی رضی اللہ عنہ خوشی اور سرور کی شدت کی وجہ سے رونے لگے، علامہ نووی نے کہا کہ ان کا رونا خوف سے تھا کہ کہیں اس نعمت عظمیٰ کے شکر میں کوئی تقصیر نہ ہوجائے۔" واللہ اعلم"

(عمدۃ القاری: ج۱۶، ص ۳۷۴)

نماز تراویح کے پہلے امام

لیکن جب عمر رضی اللہ عنہ کا دور آیا تو روایت میں آتا ہے بخاری شریف باب فضل من قام رمضان امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تراویح کے عنوان کے تحت حدیث نقل کی ہے حضرت عبدالرحمن بن عبدالقاری کہتے ہیں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں تشریف لائے تو دیکھا فاذاالناس اوزاع متفرقون لوگ تراویح پڑھتے اور تراویح کیسے پڑھتے یصلی الرجل بصلوۃ ایک آدمی الگ تراویح پڑھتا ویصلی الرجل ویصلی الرھط

Marfat.com

بصلوته ایک آدمی الگ تراویح پڑھتا اور ایک جماعت الگ تراویح پڑھتی یصلی الرجل بنفسه ایک آدمی اکیلا پڑھتا ویصلی الرھط بصلوته ایک آدمی الگ ہوتا لوگ اس کے پیچھے ہوتے الگ الگ نماز پڑھتے اور دو دو چار ٹولیوں کی صورت کی میں نماز پڑھتے تو صحابہ الگ الگ تراویح پڑھتے جماعت کا اہتمام نہیں تھا۔ (بخاری)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: واللہ انی لاری لوجمعت ھؤلاء علی قاری واحد لکان امثل اگر یہ لوگ الگ الگ تراویح نہ پڑھیں امام ایک ہو جائے اور سارے مل کر تراویح پڑھیں جماعت کے ساتھ پڑھیں مل کر پڑھیں تو کتنی زبردست تراویح ہو جائے۔ کیسا عمدہ ہو کہ لوگ الگ پڑھنے کی بجائے جماعت کے ساتھ پڑھیں۔

حضرت عمر بن خطاب نے پھر ان کو جمع کیا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ثم عزم عمر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پختہ ارادہ کیا فجمعھم اور لوگوں کو جمع کر دیا علی ابی ابن کعب ابی بن کعب صحابی رسول ﷺ کو عمر بن خطاب نے امام بنایا باقی صحابہ کو پیچھے کھڑا کر دیا ایک امام باقی سارے مقتدی اب اکٹھے تراویح شروع ہوئی۔

بخاری شریف میں یہ نہیں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تراویح کتنی پڑھائی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات تو فرمادی کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ کے پیچھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع کر دیا تراویح کی نماز کتنی تھی یہ روایت ابوداؤد میں موجود ہے، یہ روایت سیر اعلام النبلاء میں موجود ہے۔ (سیر اعلام النبلاء جلد ۳ صفحہ ۱۷۶)

جامع المسانید وسنن ابن کثیر کے اندر موجود ہے حضرت حسن بصری تابعی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

ان عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنه جمع الناس علی ابی بن کعب فکان یصلی بھم عشرین رکعة ویوتر بثلاث

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حضرت ابی ابن کعب کے پیچھے جمع

Marfat.com

کر دیا حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ تراویح بیس رکعات پڑھاتے تھے وتر تین پڑھاتے۔

یہ عمر بن خطاب کا عمل تھا تراویح بیس رکعت شروع ہوگئی اور وتر تین رکعات شروع ہوگئے۔

حضرت عمر اور حضرت ابی بن کعب کے مابین تنازع دوران خلافت عدالت میں پیشی

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے درمیان کسی چیز سے متعلق آپس میں جھگڑا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ اپنے اور میرے درمیان کسی کو ثالث مقرر کرلیں، چنانچہ دونوں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو اپنا فیصل مقرر کر لیا۔ پھر دونوں ان کے پاس چل کر آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: ہم تمہارے پاس اس لئے آئے ہیں تاکہ تم ہمارے درمیان فیصلہ کردو۔ جب دونوں حضرات حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے بچھونے پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے جگہ چھوڑ دی اور بولے: اے امیر المومنین! یہاں آیئے، حضرت عمر بے شک خلیفہ وقت تھے مگر اس وقت ایک سائل کی طرح حاضر تھے۔ حضرت زید کے اس طرز عمل پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

هذا أول جورك جرت في حكمك أجلسني وخصمي

(ابن جعد، المسند، الحدیث ۱۷۲۸)

"یہ پہلا ظلم ہے (جو تم نے اپنے فیصلے میں ظاہر کیا ایسی صورت میں) میں اپنے فریق کے ساتھ بیٹھنا پسند کروں گا"۔

اس کے بعد آپ دونوں حضرات حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے سامنے بیٹھ گئے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کسی چیز کے متعلق دعوی ظاہر کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا۔ قاعدہ کے مطابق ابی بن کعب رضی اللہ عنہ پر گواہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر

Marfat.com

قسم آتی تھی لیکن حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو فرمایا: امیر المؤمنین کو قسم اٹھانے سے تم معاف رکھو اور ان کے علاوہ میں کسی اور کے لئے ایسا مطالبہ کبھی نہ کرتا۔ مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے از خود قسم اٹھالی۔ معاملہ حل ہو جانے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی کہ جب تک عمر زندہ ہے زید کبھی عہدہ قضاء پر فائز نہیں ہوسکتا کیونکہ عمر کے نزدیک تمام مسلمانوں کی عزت وآبرو برابر ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ عدل وانصاف کرنے میں کسی سے بھی رعایت نہ برتتے تھے۔ آقا وغلام اور اپنے پرائے سب کے ساتھ یکساں سلوک ہوتا تھا۔ شروع مین انتظامی اور عدالتی عہدے ایک ہی شخص کے ماتحت ہوتے تھے مگر بعد میں انصاف کا محکمہ الگ کر دیا گیا۔ اس محکمہ کو قضاء کا محکمہ کہتے تھے۔ تمام ضلعوں میں عدالتیں قائم کی گئیں اور قاضی مقرر ہوئے۔ مقدمات کا فیصلہ قرآن وسنت کی روشنی میں کیا جاتا اور اگر کسی معاملہ میں قرآن وسنت خاموش ہوں تو ایسی صورت میں اجتہاد سے کام لے کر فیصلہ کر دیا جاتا تھا۔

❖❖❖❖❖

Marfat.com

خُذُو الْقُرْآنَ مِنْ أَرْبَعَةٍ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ وَ سَالِمٍ وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ وَ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ
قرآن مجید کو چار اصحاب سے حاصل کرو جو عبداللہ بن مسعود، سالم، معاذ اور ابی بن کعب ہیں (بخاری)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چار قاری

محمد رسول اللہ

تالیف محمد فیاض چشتی

پروگریسو بکس

Marfat.com